زینب
از طیبہ ساجد

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

زینب از طیبہ ساجد

قسط نمبر ۶:

نظریں اُٹھا کر جب آئینے میں اپنا عکس تلاشو گی

لوگوں کے لفظوں میں خود کو ڈھلتا پاؤ گی

اُن کی نظر سے جب خود کو دیکھو گی

تو کیسے سر اُٹھا کر تم جیو گی

www.novelsclubb.com

نجانے کتنے ہی عیب تم خود میں پاؤ گی

جب لوگوں کے مطابق خود کو سنواروں گی

یہ لوگ ہر حال میں بولیں گے

تمہیں تو نجانے کتنی رسموں میں تولیں گے

لہجے کے تیروں سے دل تمہارا چیریں گے

خواب تو سارے ایک ساتھ ہی چھینے گے

مگر سنو!

تم ان بے ضمیر لوگوں سے یوں ڈر کو مت جینا

تم اپنے پنکھ پھیلا کر ہوا میں لمبی اڑان بھرنا

اپنے خوابوں کے لیے تم دنیا والوں سے لڑنا

اپنے جینے کا حق خود سے بھی مت چھیننا

ادب بے شک سب کا کرنا

مگر جب بات حق کی ہوا کرے تو

تم خاموش کبھی مت رہنا

تم اپنے ہر عمل سے یہ بتانا

کہ دنیا والے جو بیٹی کو کمتر سمجھتے ہیں

وہ بلکل ہی غلط ہمیشہ یہ سوچتے ہیں

تم دنیا والوں کو سمجھانا

تم دنیا والوں کو سیکھانا

اپنے طاقت کے بل بوتے پر تم

اس معاشرے کے نظریے کو بدلنا

بیٹی بن کر تم اپنا مقام اونچا رکھنا

تم خود کی پہچان خود ہی بننا

(از قلم ملائکہ طاہر)

www.novelsclubb.com

بس جھٹکے سے رُکی تو اس کا سر کھڑکی سے ٹکرایا۔ وہ چونکنے انداز میں سفر کر رہی تھی لیکن ابھی کچھ دیر پہلے اس نے ہلکی سی ٹیک لگائی تھی تو اچانک ہی اسے اونگھ سی آگئی۔ اب جھٹکا لگا تو وہ یک دم چونکی۔ اس نے باہر دیکھا تو اندازہ ہوا یہی اس کی منزل ہے۔ بولنے والے نے تصدیق بھی کر دی تھی۔

"مظفر گڑھ مظفر گڑھ۔۔۔۔۔"

وہ جلدی سے اٹھی۔ اپنا بیگ اٹھایا اور چادر خود پر اچھی طرح لپیٹتی باقی مسافروں کے ساتھ باہر نکلنے لگی۔ بس اسٹیشن پر لگی گھڑی پر اس کی نظر پڑی تو وہ چار بجا رہی تھی۔ لوکل بس نے گھنٹے کا سفر دو گھنٹے میں مکمل کروایا تھا۔ اس نے ایک رکشہ کروایا اور ہوٹل کا نام بول کر اندر بیٹھ گئی۔ دور دور سے فجر کی آزانوں کی آواز آ رہی تھی۔ ایسے ہی رکشہ سے باہر اندھیرے منظر کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں کے سامنے آج کے دن میں ہوئے مناظر گھومنے لگے۔

("آپی میں آجاؤ۔۔۔۔"

دروازے میں کھڑے ہو کر اس نے اجازت چاہی۔ وانیہ جو اپنے ارد گرد کپڑے پھیلائے بیٹھی تھی اس کی آواز پر چونک کر سر اٹھاتی دروازے کی طرف متوجہ ہوئی پھر

سسر کے اشارے سے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

"آؤ زینب۔۔یہ دیکھو،۔۔۔۔"

انہوں نے مصروف سے انداز میں ایک سوٹ اس کے سامنے کیا۔

"یہ جوڑا تمھارے نکاح والے دن کے حساب سے ٹھیک رہے گا۔۔۔؟"

زینب نے بامشکل تھوک نگلا۔یہ خوشی۔۔۔کیا وہ اسے توڑ سکتی تھی۔۔؟ پھر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔

"آپی۔۔۔مجھے یہاں نکاح نہیں کرنا۔آپی وہ لوگ اچھے نہیں ہیں۔۔۔آپ کو پتہ ہے آج وہ لڑکا مجھے بار میں لے کر گیا تھا۔وہاں لڑکے، لڑکیاں آپس میں ڈانس کر رہے تھے۔میں نے اس رشتے سے انکار ہی کرنا تھا لیکن پتہ نہیں کیسے اس لڑکے نے گھر والوں کو یہ سب کہہ دیا۔۔۔۔"

زینب آہستہ آہستہ سب کچھ بتاتی گئی۔وہ لاشعوری طور پر بھی موحد کا نام نہیں لینا چاہتی تھی۔کیونکہ وہ اپنی بہن کو اپنے شوہر سے بد ظن کرنے نہیں آئی تھی۔وہ رشتے سے انکار طلحٰہ کی خامیوں کی وجہ سے کرے گی یہ اس نے پہلے دن سے طے کر رکھا تھا۔وانیہ اس کی باتیں سن کر قدرے حیران ہوئی۔

"زینب میں تمھیں سمجھ رہی ہوں۔لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔"

"آپی وہ لڑکا اچھا نہیں ہے۔ میں نے آپ کو بتایا ہے نا وہ بار کلبز میں جاتا ہے۔۔"

زینب نے زچ ہو کر کہا۔ وانیہ سمجھ کیوں نہیں رہی تھی۔

"چلو جو بھی ہے۔۔۔ کمپرومائز کر لینا۔ وہ لڑکا دیکھنے میں اچھا بھلا ہے۔ اب تو سب کو انویٹیشن کارڈز بھی بٹ چکے ہیں۔۔۔"

اور زینب نے صدمے سے اپنی بہن کو دیکھا۔ کتنی آسانی سے اس نے یہ لفظ کہا تھا کہ 'کمپرومائز کر لینا'

"آپی مجھے یہ نکاح نہیں کرنا وہ لڑکا ٹھیک نہیں ہے وہ نشئی ہے۔۔۔ میں کیسے گزارا کروں گی۔۔۔۔"

زینب نے ضبط کرتے ہوئے کہا۔ وہ ابھی بھی موحد کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"پاگل ہو گئی ہو۔۔۔ شادی سے پہلے لڑکا ایسا ہی ہوتا ہے بعد میں سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ بیوی کی صحبت بھی لڑکے کو بدل دیتی ہے۔۔۔۔۔"

اور زینب کو اس لمحے اپنے ماں، باپ کی شدت سے یاد آئی تھی۔ کتنی آسانی سے لوگ لڑکی کو یہ بات کہہ دیتے ہیں کہ وہ لڑکے کو ٹھیک کر دے گی۔ جب ساری زندگی وہ ٹھیک نہیں ہو سکا تو اب کیسے ٹھیک ہو گا۔ کاش! اس کے ماں باپ، دونوں زندہ ہوتے۔ کم از کم وہ ان سے شکوہ تو کر سکتی اور بس زینب کے پاس اب آخری راستہ تھا۔ اس نے

آنکھیں بند کر کے ایک لمحے کو سوچا اور گہری سانس لی۔دل و دماغ نے مثبت جواب دیا۔آنکھیں کھولتے ہوئے اس نے اپنی بہن کو دیکھا جو کپڑوں میں مصروف تھی۔

"آپی یہ سب موحد بھائی کروا رہے ہیں۔وہ چاہتے ہیں میں اس گھر میں نا رہوں۔"

اور وانیہ نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"انہوں نے ہی یہ رشتہ کروایا ہے۔انہوں نے میری ڈیل کر دی ہے وہ جان بوجھ کر مجھے غلط ہاتھوں میں دے رہے ہیں۔انہوں نے میرے۔۔۔۔۔۔۔"

ابھی وہ بول ہی رہی تھی جب گال پر پڑنے والے تھپڑ نے زینب کی زبان کو چپ لگائی تھی۔وانیہ نے غصے سے اسے دیکھتے ہوئے زوردار تھپڑ اس کے دائیں گال پر مارا تھا۔

زینب نے بے یقینی سے اپنی بہن کو دیکھا۔وہ ششدر رہ گئی۔

"آپی۔۔۔۔"

اس نے صدمے سے کچھ کہنا چاہا جب وانیہ نے اس کی بات کاٹی۔

"خبردار جو مجھے آپی کہا۔۔۔اپنی بہن کے شوہر کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کرتے ہوئے تمھیں شرم آتی ہے۔سہی کہتے تھے باقی گھر والے۔۔یونی جا کر تم کچھ خود کو زیادہ ہی خود مختار سمجھنے لگ گئی ہو۔کوئی اور پسند ہے تو سیدھا سیدھا کہو۔۔یوں میرا گھر خراب کر کے کیوں اپنی زندگی سنوارنا چاہتی ہو۔۔۔۔۔۔۔"

وہ اور بھی کچھ کہہ رہی تھی۔ لیکن زینب بس بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔اپنی بہن ایسے الفاظ استعمال کر رہی تھی باقی سب کیا کہتے۔۔۔۔؟اس کی امید ڈگمگا رہی تھی۔

"چپ کر کے شادی کرنی ہے تو یہی کرو۔۔۔۔ چچا جان کی عزت کا ہی خیال رکھو جنہوں کے ہم پر بہت احسان ہیں۔۔۔"

آہ! ابا کی وفات کے بعد ان احسانوں کا بدلہ ہی چکاتے آرہے ہیں ہم۔۔۔

ان حالات میں بھی زینب کے دل نے بے اختیار کہا تھا۔اتنی بات کہہ کر وانیہ دوبارہ کپڑوں کی طرف متوجہ ہو گئی اور زینب مرے مرے قدموں کے ساتھ اس کے کمرے سے روانہ ہو گئی۔اس کی امید ختم ہو چکی تھی۔)

"یہ لیں بھائی۔۔۔"

کرایہ پکڑا کر وہ مڑی اور اپنے سامنے کھڑے رات کے وقت بھی اس روشنیوں سے بھرے ہوٹل کو دیکھا۔پھر ہمت مجتمع کرتی وہ اندر کی طرف بڑھی۔ریسیپشنسٹ پر وہ رُکی۔وہاں موجود لڑکی فوراً استقبالیہ مسکراہٹ چہرے پر سجائے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ویلکم میم!"

لڑکی نے مسکرا کر اسے خوش آمدید کہا۔زینب بھی جواباً پھیکا سا مسکرائی۔جو اس وقت اسے دنیا کا سب سے مشکل ترین کام لگا۔

"مجھے ایک روم چاہیے۔ڈبل بیڈ وِد اٹیچ واش روم۔۔۔"

"میم آپ اکیلی ہیں یا کسی کے ساتھ ہیں۔۔۔؟"

"جی نہیں، میں اکیلی ہوں۔۔۔"

"اوکے میم، آپ اپنا آئی ڈی کارڈ دکھادیں اور یہ ہوٹل کے کچھ فارمز ہیں انہیں فل کر دیجئے۔۔۔"

جواباً زینب نے جلدی سے وہ فارم پکڑ کر فل کئے۔اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ پھر اس نے اپنا آئی ڈی کارڈ دکھایا۔کچھ مزید پوچھ گچھ کے بعد اسے کمرہ نمبر ایک سو چھبیس کی چابی دے دی گئی۔زینب نے مسکرا کر چابی تھامی اور اپنا سامان اٹھا کر لفٹ کی طرف بڑھی۔

("منان بھائی، آپ سے باقی تمام اختلافات اپنی جگہ۔۔۔۔لیکن آپ بھی جانتے ہیں کہ یہ کس قدر غلط ہے۔پلیز اس نکاح کو رُکوادیں۔۔۔"

زینب اب ایک اور کمرے میں کھڑی تھی ایک اور انسان کے پاس۔وہ اپنی طرف سے ساری کوشش کرنا چاہتی تھی۔تاکہ کوئی انتہائی قدم اٹھانے پر اسے پچھتاوا نا ہو کہ اس نے ہر ایک سے مدد نہیں مانگی۔

"زینب جو تمھارے لئے بہتر ہے۔ہم نے وہی کیا ہے۔۔۔"

"یہ میرے لئے ٹھیک ہے۔۔۔"

زینب نے بے یقین نظروں سے اسے دیکھا۔

"ایک نشئی سے شادی میرے لئے ٹھیک ہے۔خدا کو مانے۔آپ کی بھی بہن ہے۔

آپ کو کیسا لگے گا اگر اس کا تعلق۔۔۔۔"

"بس۔۔۔۔"

اس نے ہاتھ اٹھا کر درشتی سے زینب کی بات کاٹ دی۔

"موحد برداشت کرتا ہو گا بہنوں پر بات۔میں نہیں کروں گا۔۔۔۔باقی تمھیں اتنا ہی

مسئلہ ہے تو کسی بڑے سے رابطہ کرو۔۔۔۔"

اس نے جیسے بات ہی ختم کر دی تھی۔زینب دل گرفتہ سی مڑ گئی۔)

کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئی تو سامنے ایک چھوٹی سی راہداری تھی۔وہ آگے آئی تو سامنے دائیں طرف ایک ڈبل بیڈ بچھا تھا۔سامنے سٹڈی ٹیبل اور ساتھ ہی میں ایک چھوٹا سا ریفریجریٹر رکھا تھا۔بائیں طرف ایک دروازہ ڈریسنگ روم میں کھلتا تھا جس کے ساتھ اٹیچ واش روم تھا۔وہ ایک مناسب اور خوبصورت سا کمرہ تھا۔سامنے والی دیوار پر ایک خوبصورت سورج کے ڈھلتے منظر کی تصویر لگی تھی۔

زینب نے سامان بیڈ پر رکھا اور خود اس چھوٹی فریج سے پانی کی بوتل نکال لائی۔ڈھکن

کھول کر بوتل منہ سے لگائی اور ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گئی۔

پھر اٹھ کر خالی بوتل بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے، خود واش روم کی طرف بڑ گئی۔ چند لمحے بعد وہ باہر نکلی تو چہرہ اور آستین گیلے تھے۔ جس سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ وضو کر کے آئی ہے۔ اس نے اپنے بیگ کی باہر والی زپ سے جائے نماز نکالا اور ٹھنڈے فرش پر جائے نماز بچھاتے ہوئے خدا کے حضور فجر کی نماز ادا کرنے لگی۔

(''زینب میں تمھیں سمجھ رہا ہوں۔ لیکن اب انویٹیشن کارڈز بٹ چکے ہیں۔ تم جانتی ہو خاندان کی کتنی بدنامی ہو گی۔۔۔''

ایان سب کچھ سننے کے بعد پہلے شاک میں رہا تھا پھر بے بسی سے بولا۔ کیونکہ وہ ابھی بے خبر تھا۔ وہ کچھ نہیں جانتا تھا اور زینب نے بھی وانیہ کے علاوہ سب کے ساتھ بات کرتے ہوئے موحد کا نام لینے سے احتراز برتا تھا۔

''آپ کے کہنے کا مطلب ہے میں سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے اس دلدل میں پھنس جاؤں۔۔۔؟''

زینب کے لہجے میں واقعی دکھ تھا۔ اسے ایان سے اس طرح کے ردِ عمل کی توقع نہیں تھی۔ ایان نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ بولا کچھ نہیں۔

''مطلب آپ بھی میری مدد نہیں کر رہے۔۔''

"دیکھو زینب، سمجھنے کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

زینب نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روکا۔

"بس رہنے دیں۔ دیکھ لیا ہے میں نے۔ واقعی کوئی اپنا نہیں ہوتا۔ آپ سب سارا کچھ جانتے ہوئے بھی میری مدد کرنے کو تیار نہیں ہے۔ کیسے بے حس لوگ ہیں آپ لوگ۔۔۔"

اتنا کہہ کر وہ رُکی نہیں تھی۔)

"اللہ میں ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں اپنے لئے آپ کی قائم کردہ حدود نہیں توڑنا چاہتی تھی۔ لیکن میں مجبور تھی۔ میں ہر ایک کے پاس مدد مانگنے گئی تھی۔ میرے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ میری بہن ہی میرے کردار پر شک کر رہی تھی۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا اور میرے پاس وقت بھی بہت کم تھا۔ ارسم نے بھی دو دن سے کال نہیں کی تھی۔ مجھے اور کوئی راستہ نظر نہیں آیا۔ مجھے معاف کر دینا۔ مجھے یہاں رہنے میں مدد دینا۔ مزید پریشانیاں نہیں دیکھ سکتی میں۔ میں اپنی تعلیم چھوڑ کر آئی ہو۔۔۔ جبکہ یہ بہت مشکل ہے۔۔۔۔"

یہاں آ کر اس کی آنکھوں سے ایک آنسو نکل کر ہتھیلی پر گرا تھا۔

"میرا شوق ڈاکٹر بننا ہے۔ وہ میں کبھی نہیں بن سکو گی۔ میری پڑھائی دوبارہ کبھی نہیں

نہیں ہو سکے گی۔ پلیز میری مدد کریں۔ میں۔۔۔۔۔"

نماز کے بعد وہ ہاتھ اٹھائے اپنے حالات اللہ کو بتا رہی تھی۔ جس کے علاوہ فل وقت کوئی بھی اس کے ساتھ نہیں تھا۔

(کمرے کی فضا میں مکمل سکوت تھا۔ وہاں نیم اندھیرا تھا۔ باہر سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا لیکن چونکہ اس کمرے کی کھڑکیوں کے آگے پردے گرے تھے اس لئے اندر روشنی کم ہی آ رہی تھی۔

وہ بیڈ کے آگے پڑے کاؤچ پر بیٹھی تھی۔ ہاتھ کی مٹھی بنا کر تھوڑی کی نیچے ٹکائے وہ نظریں سامنے دیوار کو جمائے جیسے کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ کافی دیر سے یونہی بیٹھی تھی۔ گال پر انگلیوں کی نشان مدھم پڑ چکے تھے۔ لیکن وہاں جلن ابھی بھی باقی تھی۔

دفعتاً اس کی آنکھوں میں آنسو چمکے۔ وہ آہستہ سے ہلی۔ کافی دیر بعد حالت تبدیل کرنے پر گھٹنوں میں درد کی ایک لہر دوڑی۔ وہ سوچ رہی تھی شنایہ کو میسج کرے۔ اس نے پاس پڑا اپنا موبائل اٹھایا۔ شنایہ کا میسج باکس کھولتے ہی وہ یک دم رُکی۔

نہیں وہ اسے کیوں تنگ کرے اور اس نے اس سب کے متعلق اسے بتا بھی دیا تو کیا وہ اس کی مدد کرے گی۔۔۔؟ لیکن اسے اگر گھر میں کسی نے دیکھ لیا تو۔۔؟ اسے مسئلہ ہو

سکتا ہے۔۔؟

سوچتے ہوئے اس نے آہستہ سے موبائل واپس رکھ دیا اور سر ہاتھوں میں گرا لیا۔ وانیہ نے مدد نہیں کی، اس کے بعد اس نے کوئی سنگین قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس لئے وہ اپنے لئے ہر ممکن آپشن سوچ رہی تھی لیکن وہ شنایہ کو مشکل میں نہیں پھنسا سکتی تھی۔ اس لئے خود میں ہی ہمت پیدا کرنے لگی۔

کچھ دیر بعد وہ ڈوپٹہ سر پر ٹکاتی منان کے کمرے کی طرف جاتی دیکھائی دی۔ جو بھی تھا وہ انتہائی قدم اٹھانے سے پہلے اپنے طور پر ہر کوشش کرنا چاہتی تھی۔)

نماز پڑھ کر وہ اٹھی اور جائے نماز تہہ کر کے سائیڈ ڈرا میں رکھا۔ پھر حجاب کھول کر چادر بیگ پر رکھی اور چھوٹے بیگ سے اپنا موبائل نکالا۔ جسے اس نے رات میں آف کر دیا تھا۔ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس نے موبائل آن کیا تو یک دم بہت سے میسجز اور کالز ریسیو ہوئیں۔ جن میں سے آدھی سے زیادہ ارسم کی تھیں۔

پچھلے دو دن سے اس کا نیٹ آف تھا اتنا اندازہ زینب کو ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس نے ایک میسج کیا تھا طلحٰہ سے ملاقات کے بعد کمرے میں جا کر سونے سے پہلے اور اب شاید اس نے اپنا نیٹ دو دن بعد آن کیا تھا۔ ویسے بھی جب اس نے گھر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا تو اسے ارسم کو بتانے کی ضرورت نا تھی اس لئے زینب نے اسے کال بھی نہیں کی اپنی

طرف سے۔اسکے ہاتھ میں پکڑا موبائل یک دم بجا۔اسکرین پر ایان کالنگ لکھا نظر آیا۔

اور تب زینب کو احساس ہوا وہ کتنی بڑی غلطی کر چکی ہے۔اس نے جلدی سے موبائل دوبارہ پاور آف کر دیا اور جلدی سے سم نکالی اور اسے دو انگلیوں میں رکھ کر دبایا۔ ٹِک کی آواز کے ساتھ وہ ٹوٹ گئی۔وہ پچھلے لوگوں سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھنا چاہتی تھی۔وہ جیسے سارے تعلق توڑ کر آئی تھی لیکن شاید وہ یہ بھول گئی تھی کہ خون کے رشتے کبھی ختم نہیں ہوتے!

(جب کہیں سے کوئی مدد نا ملی تو وہ اب چچا جان کی اسٹڈی کے باہر پہنچی۔اس نے ہمت کر کے ان سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔وہ اپنی آخری کوشش بھی کرنا چاہتی تھی۔

گہری سانس لے کر اس نے دروازہ ناک کیا۔

"آجاؤ۔۔۔"

www.novelsclubb.com

اگلے ہی لمحے اندر سے آواز آئی۔خود میں ہمت مجتمع کر کے اس نے اسٹڈی کا دروازہ کھولا۔اندر کا منظر واضح ہوا۔ایک لمحے کیلئے اس کی آنکھیں چندھیائی۔باہر کی نسبت اندر کافی روشنی تھی۔زینب نے ایک قدم اندر رکھا۔اسے محسوس ہوا کسی نے اسے حقیقت کی روشنی میں لا کھڑا کیا ہے۔وہ سربراہی کرسی پر براجمان تھے اور موحدان

کے پاس ٹیبل پر جھکا موبائل ان کے سامنے کئے انہیں کچھ دکھا رہا تھا۔آہٹ پر دونوں نے سر اٹھایا۔

"زینب،بیٹا تم۔۔آؤ آؤ بیٹھو۔۔۔"

انہوں نے مصروف سے انداز میں اسے دیکھتے ہوئے مسکرا کر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔زینب کے گلے میں آنسوؤں کا پھندا لگا۔وہ اس کا اتنا کرتے تھے۔اس کے والد کے بعد انہوں نے ہی اسے سنبھالا تھا۔کیا وہ ان کے چہرے پر مسکراہٹ کی خاطر ایک تعلق نہیں بنا سکتی تھی۔

"نہیں۔۔۔۔"

دل نے پُرزور تردید کی تھی۔یہ ممکن ہی نہیں تھا۔

"ہاں بیٹا بولو۔۔۔"

ان کی آواز پر وہ چونکی پھر چہرے پر بدقت مسکراہٹ لائی۔

"وہ چچا جان۔۔۔"

"ویسے میں تمھیں ہی بلوانے والا تھا۔۔۔۔"

وہ ابھی بھی موبائل کی سکرین کو دیکھ کر کہہ رہے تھے۔

"جی،کیوں۔۔۔۔"

"وہ یہ دیکھو۔۔۔۔۔۔"

اب انہوں نے موبائل کا رُخ موڑا۔ زینب نے موبائل کی طرف ایک نظر نہیں دیکھا۔ وہ بس ان کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

"میں چاہ رہا تھا چیزیں زرا بہتر طریقے سے دیکھی جائیں۔۔۔ یہ دیکھو یہ والا ڈیزائن ٹھیک ہے یا یہ دوسرا۔۔۔"

انہوں نے سکرین پر دو جگہ ہاتھ رکھا۔ زینب نے بہت سے آنسو اندر اتارے۔ اسے واقعی لگا وہ حقیقت کی روشنی میں آ کھڑی ہوئی ہے اور حقیقت یہی تھی کہ وہ اس کی شادی کی تیاریاں کر رہے تھے۔

"بیٹا بتاؤ پھر۔۔۔۔۔"

انہوں نے پھر پوچھا۔

"جی جی وہ۔۔۔۔۔۔"

وہ ہکلائی۔ "جیسے آپ کو ٹھیک لگے۔۔"

"زینب طبیعت ٹھیک ہے تمھاری۔۔۔۔؟"

وہ اس کی گھبرائی شکل دیکھ کر بولے۔

"جی بس۔۔۔۔ میں چلتی ہوں۔۔ آپ خود ہی دیکھ لیں۔۔"

www.novelsclubb.com

بے ربط جملے ادا کر کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور تیزی سے مڑتی باہر کی طرف بڑھی۔

موحد کی آنکھوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔ دروازہ بند ہو گیا۔ موحد نے سر جھٹکا۔ لیکن اس کا آخری گھبرایا چہرہ موحد کے ذہن میں کہیں اٹک سا گیا تھا۔ باہر آ کر اس نے گہرے گہرے سانس لئے۔ نہیں، کوئی اس کی بات کا یقین نہیں کرے گا۔ وہ بس سب کی نظروں سے اوجھل ہو جائے گی تاکہ کوئی اسے دوبارہ نا دیکھ سکے۔۔۔)

اس نے موبائل سائیڈ ٹیبل پر دھرا۔ بیگ بھی وہی بیڈ کے ایک طرف کر دیا اور خود سونے کیلئے لیٹ گئی۔ اس کا جسم بُری طرح دکھ رہا تھا۔ وہ بہت تھک گئی تھی اسے آرام کی ضرورت تھی۔ لیٹ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ ایک دم رات بھر کے واقعات اس کی نظروں کے سامنے سے گزرے۔ پھر اس نے سر جھٹکا۔

"نئی سم صبح لاؤ گی پھر موبائل آن کرو گی۔ ابھی خطرہ ہے۔۔۔۔"

وہ خود سے یہ بات کہہ رہی تھی اور پھر چند لمحے بعد دیکھتے ہی دیکھتے وہ نیند کی وادیوں میں چلی گئی۔ باہر فجر قضا ہوئی تو مرغے نے بانگ لگائی۔ لوگ اٹھ کر کاموں کو جانے کیلئے تیار ہونے لگے۔ غرض اس شہر کی بھی مصروف زندگی شروع ہو چکی تھی۔

صبح اس شہر پر اتری تو رات کی چاندنی کے برعکس سورج کی تپتی شعاؤں نے اس کا استقبال کیا تھا۔ وہاں لوگوں کی چہل قدمی جاری تھی۔ یہ اسی ہوٹل کے باہر کا منظر ہے جہاں رات میں ایک رکشہ آکر رُکا تھا اور اس میں سے ایک لڑکی باہر نکلی تھی۔ وہ ایک مصروف شہراہ تھی۔

www.novelsclubb.com

اور وہ ہوٹل سے کچھ دور سر جھکائے چلتی جا رہی تھی۔ دفعتاً اسے کچھ احساس ہوا۔ اس نے گردن موڑی۔ اسے لگا جیسے کوئی اس کے پیچھے آ رہا ہے۔ لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ دوبارہ مڑتے ہوئے اپنے دھیان چلنے لگی۔ کچھ دیر بعد سڑک کے ایک طرف اسے موبائل شاپ دیکھائی دی۔ اس کے قدم اس طرف بڑھے۔ وہاں سے نئی سم لے کر

وہ ایک جنرل سٹور پر گئی۔ ہوٹل کا ایریا تھا تو سب دکانیں تقریباً قریب قریب ہی تھیں۔ وہ جنرل سٹور سے باہر نکلی جب اسے پھر لگا جیسے کسی نے اسے آواز دی ہے۔ اس نے چونک کر گردن دائیں جانب موڑی۔ لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔

اس نے وہاں نے جیم بریڈ لیا تھا۔ اب وہ پھر ہاتھ میں شاپر پکڑے سڑک کے ایک طرف ہوتے ہوئے سکون سے چلنے لگی۔ اب کی بار اسے باقاعدہ اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اس کے قدم سست ہوئے۔ لیکن وہ رُکی نہیں۔ وہ اسے کلون کی مہک سے ہی پہچان گئی تھی اس لئے چہرہ نہیں موڑا۔ ارد گرد کچھ لوگ آجا رہے تھے۔

چند لمحے بعد وہ قدم اس کے قدموں کے ساتھ چلنے لگے۔ وہ نہ رُکی نا مڑی۔ بس سامنے دیکھتے ہوئے آہستہ آواز میں بولی۔

"تمھیں کسی نے میرے ساتھ دیکھ لیا تو تمھارے لئے پریشانی ہو گی۔۔۔"

"واہ، میں اب تمھارے لئے پریشانی بن گیا ہوں۔۔۔"

وہ اب بالکل اس کے کندھے سے کندھا ملا کر چل رہا تھا۔ زینب کو لگا بات کے آخر میں وہ مدھم سا مسکرایا ہے۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو۔۔۔۔"

جواباً اس نے گردن پوری موڑ کر حیرت سے زینب کو یہاں آنے کے بعد پہلی دفعہ

دیکھا۔اس کا دائیں طرف سے چہرہ دیکھائی دیا۔زینب نے ابھی بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔وہ بس جلد از جلد ہوٹل پہنچنا چاہ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے تمھیں یہ سوال پوچھنا نہیں چاہیے تھا۔۔۔"

ہوٹل کے قریب پہنچے تو زینب گہری سانس لیتے ہوئے اندر کی طرف بڑھی۔وہ بھی اس کے پیچھے ہی آیا۔اندر آتے ہی اس کے قدم سیڑھیوں کی طرف بڑھے۔دائیں کونے میں لفٹ کے قریب چند افراد کھڑے تھے۔لفٹ اس کے جاتے وقت بھی خراب تھی۔اب شاید اسے ٹھیک کروایا جا رہا تھا۔

"تم اندر نہیں آؤ گے۔۔۔"

کمرے کے باہر پہنچ کر زینب نے دروازہ کھولتے ہوئے اسے یقین دہانی کروائی۔

"کیا تم مجھے واقعی روک سکتی ہو۔۔۔۔؟"

اور وہ چاہ کر بھی اسے روک نہیں سکی تھی۔اتنا کہہ کر وہ بھی ساتھ ہی کمرے میں آیا اور اپنے پیچھے کمرے کا دروازہ بند کیا۔زینب نے اندر آ کر تمام بتیاں روشن کی اور بیڈ کے دوسری طرف گئی۔وہاں بیڈ سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا۔وہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کر رہی تھی۔پیکٹ سے سم نکال کر وہ موبائل میں ڈالنے لگی۔وہ گردن اٹھا کر کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔چہرے پر ہلکی سی ستائش ابھری۔

"کافی اچھا ہوٹل ہے۔۔۔ایک رات میں ہی ڈھونڈھنا مشکل تھا۔۔۔"

"تمھیں کوئی کام کی بات کرنی ہے تو کرو۔ورنہ جاؤ یہاں سے۔۔۔۔۔۔"

زینب نے ابھی بھی چہرہ نہیں اٹھایا تھا۔وہ سر جھکائے موبائل آن کرنے لگی۔وہ بیڈ کے ایک طرف کھڑا تھا اور زینب دوسری طرف۔نہ اس نے بیٹھنے کو بولا تھا نہ وہ خود بیٹھا تھا۔

"اور اگر میں نہ جاؤں تو۔۔۔۔"

"تو میں سیکیورٹی کو بلاؤں گی۔۔۔۔۔"

"اچھا۔۔۔۔۔"

وہ ہلکا سا ہنسا تھا۔جیسے محفوظ ہوا ہو۔

"کیا بولو گی انہیں۔۔۔۔"

اب وہ قدم قدم چلتا ایک طرف سے نکل کر دوسری طرف آرہا تھا۔زینب کے ہاتھوں کی حرکت سست پڑی لیکن وہ ہمت کر کے بولی۔

"کہ یہ مجھے تنگ کر رہا ہے۔۔۔۔"

"اور۔۔۔۔۔"

وہ اسے مزید اُکساتے ہوئے اس کے قریب آرُکا۔

"اور یہ کہ یہ غیر متعلقہ شخص ہے اسے یہاں سے نکال دیں۔۔۔"

زینب کی بات سن کر اس نے آرام سے اس کے ہاتھ سے موبائل پکڑ کر بیڈ پر رکھ دیا۔

زینب نے ابھی بھی چہرہ نہیں موڑا۔

"آہاں۔۔۔۔"

وہ مزید محفوظ ہوا۔

"تم واقعی مجھے یہاں سے نکلوا سکتی ہو۔۔۔۔؟"

زینب کیلئے اب اس کو نظر انداز کرنا مشکل ہو رہا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی وہ بات کرنے ہی آیا ہے۔اب جب وہ بولی تو اس کے لہجے میں نمی صاف محسوس ہوئی۔

"تمھیں کیوں لگتا ہے میں تمھیں نہیں نکلوا سکتی۔۔۔"

جواباً اُس نے دونوں کندھوں سے زینب کو تھام کر اس کا رُخ اپنی طرف موڑا۔پھر آہستہ آواز میں جتا کر بولا۔

www.novelsclubb.com

"کیونکہ میں تمھارا شوہر ہوں اور تم دنیا کی پہلی بیوی ہو گی جو اپنے ہی شوہر کو اپنے کمرے سے نکالے گی۔۔۔۔"

وہ جیسے معصوم سا اعتراف تھا۔وہ کبھی اپنے رشتے کا زکر نہیں کرتے تھے۔لیکن اب انہیں اس وقت اس رشتے کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔اب زینب نے پلکیں اٹھا

کر شہد رنگ آنکھوں سے اسے دیکھا۔ جن میں ہلکی سی نمی تھی۔

"اور تم بھی دنیا کے پہلے شوہر ہو گے جس نے دو دن اپنی بیوی کو کال نہیں کی ہو گی۔۔۔"

وہ بھی معصوم سا شکوہ کر گئی۔ کمرے کی تمام چیزیں خاموشی سے ان دونوں کو آمنے سامنے کھڑے شکوہ کرتے سن رہی تھی۔ وقت جیسے انہیں اس طرح دیکھ کر مسکرایا تھا۔

"اچھا تو آپ کو اتنا بڑا قدم اکیلے اٹھانے کو کس نے کہا تھا۔ میرا انتظار کر لیا ہوتا۔۔۔"

وہ بھی جواباً میٹھا سا طنز کر گیا۔ زینب نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا۔ پھر ناراضگی سے اپنے کندھے چھڑوا کر جانے لگی۔ جب اس نے اسے بازو سے کھینچ پر اپنے قریب کیا اور آہستہ سے اپنے ساتھ لگایا۔ پھر اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے اس کا سر تھپکتے ہوئے ہولے سے بولا۔

www.novelsclubb.com

"میں مانتا ہوں میری غلطی تھی۔ آئی ایم سوری۔۔۔۔"

اور زینب کے سارے گلے، شکوے، ناراضگی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ کل رات سے ضبط کئے آنسوؤں کو جگہ ملی اور پھر وہ اس کے گرد بازو باندھتے ہوئے اس کے کندھے پر سر ٹکائے بنا آواز رونے لگی۔

"شش، سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔زینب بی بریو یار۔۔۔۔میں ہوں نا۔۔۔"

اس کا سر تھپکتے ہوئے وہ بس یہی چند فقرے دہرا رہا تھا۔ کوئی مان سکتا تھا کہ یہ وہی لڑکی ہے جو کل رات بڑی دلیری کے ساتھ اکیلی اپنے گھر سے بھاگی تھی۔ چند لمحے بعد اس کمرے کا منظر دیکھو تو وہ دونوں بیڈ پر بیٹھے دیکھائی دے رہے تھے۔ زینب روئی ہوئی متورم آنکھوں سے ارسم کو دیکھ رہی تھی جو اس کے سامنے بیٹھا بریڈ پر جیم لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"جو بھی تھا زینب، ہمارے پلین میں بھاگنا شامل نہیں تھا۔ تمھیں وہ گھر نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔۔۔"

"میں نے سب سے مدد مانگی تھی۔ جب کوئی راستہ نہیں ملا تو ایسے ہی بیٹھے بیٹھے یہ خیال زہن میں آیا اور پر بس۔۔۔۔"

آخر میں اس نے بے بسی سی شانے اچکائے۔ وہ پہلے سے بہتر لگ رہی تھی۔ ارسم نے جیم لگا کر بریڈ کا پیس اس کی طرف بڑھایا جسے اس نے فوراً تھام لیا۔ کل سے کچھ نہیں کھایا تھا بھوک لگنا تو فطری بات تھی۔

"ویسے مجھے ایک بات سمجھ نہیں آئی۔۔۔۔"

بیڈ کا ایک اور پیس اٹھاتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

"جب ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ چچا سے سوچنے کا وقت لیں گے تو تم نے رشتے کیلئے ہاں کیوں کی۔۔۔ نا تم رشتے کیلئے ہاں کرتی نا ملاقات والا سین بنتا اور نا یہ مصیبت کھڑی ہوتی۔۔۔"

کہہ کر اس نے بریڈ پر جیم لگاتے ہوئے ایک نظر اٹھا کر زینب کو دیکھا۔ جو دونوں ہاتھوں میں بریڈ کا پیس پکڑے بڑی رغبت سے کھا رہی تھی۔ اس کے سوال پر اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے سنجیدگی سے کہنے لگی۔

"سب سے پہلی بات۔۔۔ میں اس معاملے کو سرے سے ختم کرنا چاہتی تھی۔ مجھے پتہ تھا اگر میں نے رشتے سے ہاں کی تو میرے سامنے اس لڑکے کی کوئی نا کوئی بات ضرور کھلے گی کیونکہ میں موحد بھائی کو جانتی تھی وہ کسی اچھے بندے سے میری شادی کروا نہیں سکتے تھے اور فرض کرو اگر وہ لڑکا اچھا بھی ہوتا تو ملاقات کی حامی میں نے اسی لئے بڑھی تھی تاکہ اسے اپنے منہ سے انکار کر دو۔ شریف بندہ میرے منہ سے انکار سننے کے بعد کبھی رشتہ کرنے پر راضی نا ہوتا۔۔۔ سیدھا چچا جان کو انکار کرتی تو وہ وجہ پوچھتے جو تمھاری وجہ سے لیٹ ہو گیا۔۔۔"

وہ سانس لینے کو رُکی۔ ارسم بھی توجہ سے اسے سن رہا تھا۔

"لیکن ملاقات کے بعد سب ٹھیک جا رہا تھا۔ میں طلحٰہ کی وجہ سے انکار کر دیتی اور

معاملہ ختم۔ لیکن وہ لوگ زیادہ شاطر نکلے۔ میرے اٹھنے سے پہلے ہی ایسا جال تیار تھا کہ میں چاہ کر بھی انکار نا کر سکتی۔۔۔۔"

"لیکن تم چچا جان سے ایک بار بات کر سکتی تھی۔۔۔۔"

ارسم نے بیچ میں ٹہوکا دیا۔ وہ یہی نہیں سمجھ رہا تھا کہ وہ ان سے بات کیوں نہیں کر کے آئی۔

"ارسم، وانیہ آپی نے سیدھا یونی پر تنقید کی تھی اگر ایک دفعہ بھی چچا جان کے سامنے وانیہ آپی ایسی بات کہہ دیتیں تو میری بات کی کوئی اہمیت رہتی۔۔؟

میں نکاح کا بتاتی تو یہ زیادہ مسئلہ تھا۔ ان کو بتا کر ان کا بھروسہ توڑتی تو اس گھر میں رہتے ہوئے یہ زیادہ تکلیف دہ تھا بس اسی لئے ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر ایک ہی بار انہیں تکلیف دے دی۔۔۔"

اور ارسم بالکل چپ کر گیا۔ مزید کوئی سوال کرنا باقی بھی نہیں رہا تھا۔ اسے دیکھ کر زینب ہلکا سا مسکرائی۔

"ارے رُک کیوں گئے۔ جیم لگاؤ نا۔ مجھے بھوک لگی ہے۔۔۔"

اور ارسم بس اسے دیکھ کر رہ گیا۔ وہ اتنی ایزی کیسے تھی۔ پھر سر جھٹک کر بریڈ پر جیم لگانے لگا۔

''پوچھو گی نہیں مجھے تمھارا کیسے پتہ لگا۔۔؟''

''میں جانتی ہوں۔میری لوکیشن تمھیں شئیر ہے۔ صبح غلطی سے موبائل آن کر لیا تھا۔مجھے تب ہی اندازہ ہو گیا تھا تم میرے پیچھے آؤ گے۔۔۔۔''

وہ جیسے مزے لیتے ہوئے بتا رہی تھی ارسم نے مسکرا کر نفی میں سر جھٹکا اور دل سے اعتراف کیا کہ زینب خالد کا دماغ ارسم ابراہیم سے زیادہ تیز چلتا تھا۔پھر اس نے کمرے کو دوبارہ دیکھا۔

''اب کیا سوچا ہے۔کہاں رہنا ہے۔۔؟''

''تم نے اپنے ابو سے بات نہیں کی۔۔۔''

اور اس وقت اگر ارسم،زینب کو بلا کی حاضر دماغ کہتا تو غلط نہیں تھا۔ان حالات میں بھی اس نے فوراً سے پہلے جوابی سوال کیا تھا۔شاید وہ رات سے اب تک سنبھل چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

اس کی بات سن کر پہلی بار ارسم کا رنگ قدرے پھیکا پڑا۔چند لمحے وہ خاموش رہا جیسے الفاظ جوڑ رہا ہو۔بریڈ کا تیسرا پیس کھاتے ہوئے زینب نے بڑے غور سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھے تھے پھر بے فکری سے چوتھا پیس اٹھاتے ہوئے بولی۔

''کہہ دو۔کر لوں گی برداشت۔۔۔۔''

اس نے ہلکے سے شانے اچکائے۔وہ ایزی تھی۔البتہ اتنا کہتے ہوئے اس کا دل ڈوب کر ابھرا۔

"وہ دراصل میں نے ابو سے بات کی تھی۔۔۔۔"

وہ جھجھک کر رُکا۔پھر ہمت مجتمع کرتے ہوئے بولا۔

"ابو مان گئے تھے۔وہ بول رہے تھے ہم رشتہ لے کر جائیں گے اور ان کے گھر کے بڑوں سے بات کریں گے۔۔۔لیکن۔۔۔۔۔"

وہ چپ ہوا لیکن اس بار زینب نے اپنے دل کو ڈوبنے دیا اور ہمت کر کے اس کی بات مکمل کی۔

"لیکن اب میں گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی ہوں تو وہ اپنے بیٹے کی شادی کسی ایسی لڑکی سے نہیں کریں گے۔ٹھیک ہے میں سمجھ گئی۔۔۔۔"

کہتے ہوئے آخری ٹکڑا منہ میں ڈال کر وہ جیم اور بریڈ لے کر اٹھ کھڑی ہوئی اور فریج کی طرف بڑھی۔ارسم نے شرمندگی سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"زینب یہ ہمارے گاؤں کی روایا۔۔۔۔۔۔۔۔"

"کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔"

زینب نے سامان اندر رکھتے ہوئے آرام سے اس کی بات کاٹی۔اس کا دل و دماغ مکمل

طور پر خاموش ہو گیا تھا۔ پھر دروازہ بند کر کے مڑی اور ارسم کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میں سمجھ سکتی ہوں۔ میرا خیال ہے تمھیں اب اس بے نام رشتے کو ختم کر دینا چاہیے۔۔۔۔۔"

کہہ کر وہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی۔ ارسم نے پہلے حیرت سے اس کی پشت کو دیکھا پھر غصے سے اٹھ کر اس کے پیچھے آیا لیکن زینب کی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔

"اب فیصلہ تمھارا ہے۔ مجھے طلاق دو گے یا میں کورٹ میں خلع کا دعوہ۔۔۔۔۔"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ارسم نے سختی سے بازو پکڑ کر اسے گھمایا۔ زینب جھٹکے سے مڑی۔ پیچھے کبرڈ کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ اسے غصے سے دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں بولا۔

"میں نے یہ رشتہ توڑنے کیلئے نہیں بنایا تھا۔ آنٹی کے کہنے پر نہیں میں نے اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ نکاح کیا تھا۔ اتنا کمزور تعلق نہیں ہے یہ۔"

اس نے چند فقروں میں بات ہی ختم کر دی تھی۔ پھر آخری بات تنبیہی لہجے میں بولا۔

"آج یہ بات کہہ دی ہے۔ آئندہ میں اس طرح کی کوئی بات تمھارے منہ سے نا سنوں۔۔۔"

پھر اس کا بازو چھوڑ کر کمرے کی طرف بڑھا۔ زینب نے وہیں کھڑے اونچی آواز میں کہا۔

"اس تعلق میں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔۔۔"

"میں نے فائدے یا نقصان کیلئے یہ تعلق نہیں بنایا تھا۔۔۔"

وہ بھی ہاتھ جھلا کر بولا۔ پھر بیڈ کے قریب رُک کر جیب سے اپنا والٹ نکالا اور بیچ سے چند نوٹ نکالے پھر جھکتے ہوئے انہیں وہاں موبائل کے نیچے رکھ کر بولا۔

"یہ کچھ پیسے رکھے ہیں یہاں۔ ضرورت پڑے گی۔۔۔"

"مجھے نہیں چاہیے۔ لے کر جاؤ انہیں۔۔۔"

وہ ڈریسنگ روم کے دروازے میں آ کر بے رُخی سے بولی۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی ناراضگی تھی جیسے ارسم کے جلدی جانے پر خفا ہو۔ وہ چلتے ہوئے اس تک آنے لگا۔

"بولا نا۔۔۔ ضرورت پڑے گی۔ ابھی میں جا رہا ہوں۔ کچھ کام ہیں۔ شام تک دوبارہ چکر لگاؤں گا۔۔۔۔"

کہہ کر وہ چند قدم مزید آگے بڑھا پھر ہاتھ بڑھا کر اس کا گال تھپکا۔

"خیال رکھنا اپنا۔۔۔۔"

اور اتنا کہہ کر وہ رُکا نہیں تھا۔ پیچھے زینب نے تھکی ہوئی سانس خارج کی۔ پتہ نہیں آگے

کیا ہونے والا تھا۔

---

www.novelsclubb.com

دن ایسے ہی گزرتے جا رہے تھے۔وہ بس وہی رہتی تھی۔اس کی زندگی ایک کمرے تک محدود ہو گئی تھی یا اس نے خود اپنے لئے یہ زندگی منتخب کی تھی۔وہ کبھی کبھی یہ سمجھ نہیں پاتی تھی۔

صبح اٹھتی، ناشتہ کر کے کچھ دیر نیچے ہوٹل کی لابی میں جا کر بیٹھ جاتی پھر اپنے کمرے میں آ کر ایل۔ای۔ڈی پر کوئی ٹی وی پروگرام دیکھ لیتی یا موبائل پر میوزک وغیرہ سن لیتی۔ موبائل میں نئی سم ڈال کر اس نے پہلے دن ہی آن کر لیا تھا۔اس کا اپنے گھر میں کسی سے رابطہ نہیں تھا کیونکہ اس نے پہلی سم بند کر دی تھی۔اگر وہ رابطہ کر بھی رہے تھے تو اسے خبر نہیں تھی۔

ہاں جس ایک چیز کا اس کی زندگی میں اضافہ ہوا تھا وہ 'پڑھنا' تھا۔اس نے پہلے کبھی ریڈنگ نہیں کی تھی۔اب فارغ وقت دیکھ کر ارسم نے اسے کتابیں لا دی تھیں۔ 'ناول بکس' وہ ہفتے میں تین چکر لگاتا تھا اور تینوں دن کوئی نا کوئی نئی کتاب اس کیلئے لاتا۔ 'کتابیں پڑھنے کا شوق اسے ارسم نے ڈالا تھا'

وہ وہاں خوش تھی یا نہیں لیکن وہاں سکون تھا۔کم از کم ہر وقت کی باتیں نہیں تھیں۔اسے کبھی اپنے گھر والوں کی یاد نہیں آئی تھی۔

ایسے ہی ایک مصروف صبح وہ فریش ہو کر واش روم سے نکلی تو اس کی نظر بے اختیار ہی بیڈ سائیڈ ٹیبل پر گئی وہاں موجود کتابوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔اس نے اندازہ لگانا چاہا اسے گھر سے آئے کتنے دن گزر چکے ہیں۔چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد جواب دو ماہ نکلا تھا۔موبائل کی گھنٹی پر وہ چونکی پھر بیڈ کی طرف لپکی۔

"میں نے آٹھ بجے کا ٹائم دیا تھا۔اب ٹائم دیکھو، کب سے انتظار کر رہا ہوں۔۔۔"

میسج پڑھ کر اس نے سر پر ہاتھ مارا۔ پھر جلدی سے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی۔ کبرڈ سے چادر نکالی اور ہینڈ بیگ اٹھا کر کمرے سے نکلی۔ دروازہ لاک کر کے وہ اگلے دو منٹ میں نیچے پہنچی۔ ہوٹل کے باہر ہی سامنے وہ کار لئے انتظار کر رہا تھا۔ اسے آتا دیکھ کر دونوں ہاتھ اٹھائے۔ جیسے شکر ادا کر رہا ہو۔

"سوری مجھے بھول گیا تھا۔۔۔"

گاڑی میں بیٹھ کر اس نے شرمندہ سی معزرت کی۔ وہ یہاں آنے کے بعد دوسری دفعہ کہیں جا رہی تھی۔ ایک دن پہلے رات کے وقت ارسم اسے ریسٹورنٹ لے کر گیا تھا۔

"ہاں، بے شک یہاں میں انتظار کرتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

جل بھن کر کہتے ہوئے اس نے سخت الفاظ منہ میں ہی روکے۔ پھر کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

www.novelsclubb.com

"آئی کارڈ اور جو پیپرز بولے تھے وہ رکھ لئے۔۔۔۔"

"ہاں وہ رات میں تم سے بات کرتے ہوئے ہی رکھ لئے تھے۔ لیکن ہم جا کہاں رہے ہیں۔۔"

آخر میں اس نے تجسس سے پوچھا۔ وہ رات سے یہی سوال پتہ نہیں کتنی دفعہ پوچھ چکی

تھی۔جواباًوہ ہر بار کی طرح خاموش رہا۔زینب نے بھی دوبارہ نہیں پوچھا۔بالآخر بیس منٹ کی مسافت کے بعد اس نے گاڑی روکی۔پورا راستہ خاموشی سے طے ہوا۔کار رکنے پر زینب چونکی۔

"باہر آؤ۔۔۔"

حکم دے کر وہ باہر نکل گیا۔زینب کو کچھ سمجھنے کا موقع ہی نا ملا۔وہ بھی اس کے پیچھے ہی باہر نکلی۔پارکنگ ایریا سے وہ ایک عمارت ہی دیکھ سکتی تھی۔کچھ واضح نہیں تھا کہ یہ کیا ہے۔زینب کا ہاتھ پکڑ کر وہ راستہ بناتا چلنے لگا۔چند لمحے بعد جب وہ عمارت کے سامنے آئے تب زینب نے سر اٹھا کر دیکھا۔پہلے اسکی نظروں میں بے یقینی پھر حیرت اور آخر میں شاک ابھرا۔

"یہ۔۔۔۔۔۔۔"

حیرت کے مارے اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔اسے کچھ بھی کہنے کا موقع دیئے بغیر وہ اسے ساتھ لئے اندر لے گیا۔زینب فوراً ہوش میں آئی۔

"ارسم،پلیز ابھی نہیں۔ابھی میرے پاس اتنی سیونگز نہیں ہیں کہ میں پڑھ سکوں۔۔"

زینب نے اسے دیکھ کر کہا آخر میں نفی میں سر ہلایا۔جواباً ارسم رُک گیا۔پھر اس کی

طرف مڑتے ہوئے اسے گھورا۔

"دو مہینے سے تم فارغ بیٹھی ہو۔دماغ کو زنگ لگ جائے گا۔کم از کم سٹڈی کو مینٹینیو کرو۔۔۔۔"

"لیکن ابھی پیسے۔۔۔۔۔۔۔"

اس کی بات ابھی منہ میں ہی تھی جب ارسم نے تیز آواز میں اس کی بات کاٹی۔

"ہاں جیسے میں نے اتنے پیسے قبر میں لے کر جانے ہیں۔اب چپ کر کے میری بات سنو۔۔۔"

وہ پہلی راہداری میں ہی ایک طرف کھڑے تھے۔چونکہ ابھی یونی کا وقت شروع نہیں ہوا تھا اس لئے اکا دکا لوگ ہی آجا رہے تھے۔

"تمھارے دوسرے سمسٹر کے مڈز ہونے والے تھے۔اب ہر جگہ ایڈمیشن ہو رہے ہیں۔پھر اسال بعد ایڈمیشن اوپن ہوں گے اور میں نہیں چاہتا تمھارا ایک سال مزید ضائع ہو۔اس لئے۔۔۔۔۔"

رہ رُکا۔پھر اس کی شہد رنگ آنکھوں میں دیکھا جو ابھی تک حیرت میں تھی۔پھر تنبیہی لہجے میں بولا۔

"نو ایکسکیوز، تم اسٹڈی کو مینٹینیو کر رہی ہو اینڈ ڈیٹس اِٹ۔۔۔"

اور زینب بالکل چپ ہو گئی۔ وہ سارے فیصلے کر کے آیا تھا۔ کچھ یاد آنے پر زینب بولی۔

''اور تمھاری اسٹڈی۔۔۔۔''

''وہ وہیں ملتان میں بہ مٹینیور ہے گی۔ ہفتے میں چار دن ادھر رہا کروں گا اور تین دن ادھر۔۔''

''اور گھر میں کیا کہو گے۔۔۔''

''پڑھائی کا برڈن ہے۔ گھر نہیں آسکوں گا۔۔''

مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے بولا پھر ایک آنکھ ونک کی۔ زینب مسکرا بھی نہ سکی۔ اسے یہ ارسم کی طرف سے بہت لگ رہا تھا اور آج اسے احساس ہوا وہ واقعی اس کا شوہر ہے۔ وہ مرد جو شاید اللہ کی طرف سے اس کی حفاظت پر معمور کیا گیا تھا۔ وہ اسی کے سہارے اس کا ہاتھ تھامے اندر کی طرف بڑھی۔ چند لمحے بعد وہ دونوں ایڈمشن فارم لے کر یونی سے نکلتے دیکھائی دیئے۔

www.novelsclubb.com

اس واقعے کے اگلے ہفتے زینب نے یونیورسٹی جوائن کر لی۔ چونکہ وہ پچھلے ایک سال میں یہی سب پڑھ چکی تھی تو سب اچھے سے ہینڈل ہو گیا۔ جو وہ نہیں سمجھ پاتی تھی وہ ارسم سے سمجھ لیتی تھی۔ کیونکہ وہ اس سے سینئر تھا اور دو سمسٹر آگے بھی تھا۔

البتہ ارسم سے مشورہ لے کر اس نے شنایہ سے رابطہ کیا تھا۔ شنایہ پہلے تو اس کی آواز سن کر حیران ہوئی پھر رونے لگ گئی۔ زینب نے بڑی مشکلوں سے اسے چپ کروایا اور اسے اعتماد میں لے کر بتایا کہ وہ کہاں رہتی ہے۔ وہ واقعی زینب کیلئے پریشان ہوئی تھی۔ ویک اینڈ پر وہ اپنے بھائی اور ڈرائیور کے ساتھ اسے ملنے مظفر گڑھ چلی آئی۔

یونی جوائن کرنے کے بعد زینب نے اپنا مختصر سامان (جو وہ اپنے گھر سے لائی تھی) یونی

کے گرلز ہوسٹل میں شفٹ کر لیا۔

زندگی کا یہی معمول بن گیا تھا۔پڑھنا، سونا، کھانا، پینا اور پڑھنا۔زینب نے شروع میں ارسم سے جب رشتے کے متعلق بات کی تو اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ

"ابھی تم پڑھائی مکمل کر لو پھر میں ابو کو اعتماد میں لے کر خود ہی ساری بات بتا دوں گا۔ آئی ہوپ کے وہ سمجھ جائیں گے۔۔"

اور زینب آگے سے چپ کر گئی۔اس نے ارسم سے دوبارہ اس متعلق کوئی سوال نہیں کیا۔وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے گھر والے کن حالات میں ہیں۔لیکن اگر انہوں نے اپنی زندگی نہیں روکی تھی تو زینب بھی اپنی زندگی میں آگے بڑھ چکی تھی اور یہی دنیا کا اصول ہے۔مصیبت اور پریشانیوں سے نکل کر آگے بڑھنا اور ان سے سیکھے سبق ہمیشہ کیلئے یاد رکھنا۔کیونکہ مصیبت اور پریشانیوں سے سیکھے سبق ہی انسان کو زندگی کی بہت سی سیڑھیوں کو چڑھنے میں مدد دیتے ہیں۔

---

www.novelsclubb.com

پانچ سال بعد:

آسمان پر بادلوں نے ڈیرہ جمالیا تھا۔ ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا انسان کو ٹھٹھرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ بادل کچھ دیر بعد زور سے گرجتے اور پھر وہی سنسانی چھا جاتی۔ بادلوں کے تیور بارش برسنے کی نوید سنا رہے تھے۔

ایسے میں اس عمارت کے اندر آج کافی گہما گہمی اور شور تھا۔ بہت سے سٹوڈنٹس کا لاسٹ ڈے تھا یا یوں کہا جائے وہ سب اپنی ڈگری لینے آئے تھے۔ سینیئرز، جونیئرز کو نیک خواہشات اور جونیئرز، سئنیئرز کو الوداع کہہ رہے تھے۔

دفعتاً سروحید مصطفیٰ والی تختی لگے اس آفس کا دروازہ کھلا اور بہت سے مسکراتے چہرے باہر نکلے۔ سب نے سفید کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ ان کا خواب، جس کیلئے ان لوگوں نے پانچ سال دن رات ایک کئے تھے۔ باہر آکر سب ایک جگہ رُکے اور گول دائرہ بنایا۔ ان سب نے بلیک کیپس پہن رکھی تھیں۔ سب نے اپنے سر سے وہ کیپس اتاری اور پھر مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی کیپس ہوا میں اُچھال دیں۔ زینب بھی انہیں میں سے ایک تھی۔

بالآخر ایک عہد تمام ہوا تھا۔ اسے اس کی ایک خواہش ملی تھی۔ آس پاس نے گزرتے سٹوڈنٹس نے مسکرا کر یہ منظر دیکھا۔

"کتنے خوش ہیں یہ لوگ۔۔۔"

کسی نے کسی دوسرے کے کان میں سرگوشی کی تو جواباً دوسرا بولا۔

"انہیں ہونا بھی چاہیے۔چار سال بعد ایم بی بی ایس کر کے نکلے ہیں یہ لوگ۔میڈیکل پڑھنا آسان تھوڑی ہے۔۔۔۔"

وہ کوئی میتھس کا سٹوڈنٹ تھا تبھی اس طرح کہہ رہا تھا۔کوئی میڈیکل والوں سے پوچھتا تو وہ بتاتے اس سبجیکٹ میں ان کی جان بسی ہے۔

کچھ دیر بعد جانے کا وقت ہوا تو سب کے چہرے اترے۔زینب نے بھی اپنے ساتھیوں کو الوداع کہا اور کسی بھی قسم کا ایموشنل سین کرئیٹ کئے بغیر باہر آئی۔سامنے ہی اپنی ریڈ کار کے ساتھ ٹیک لگائے وہ کھڑا تھا۔ارسم!

بلیو ڈریس پینٹ میں ملبوس بالوں کو ماتھے پر گرائے وہ پانچ سال میں کچھ خاص نہیں بدلا تھا۔بس قد تھوڑا لمبا ہو گیا تھا۔

"بہت بہت مبارک ہو ڈاکٹر زینب۔۔۔"

پاس پہنچنے پر اس نے مسکرا کر کہا۔

"تمھیں بھی مبارک۔۔اینڈ تھینکیو فار ایوری تھنگ۔۔۔۔"

مسکرا کر کہتے وہ دوسری طرف آئی تھی۔اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ جدا نہیں ہو رہی تھی۔ہلکے نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس،اوپر سے سفید آوو آل کوٹ پہنے،

بالوں کو پونی ٹیل میں باندھے وہ اپنی ڈگری کسی متاعِ جان کی طرح خود سے لگائے دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھی۔تب تک وہ بھی بیٹھ چکا تھا۔

"زینب سیٹ بیلٹ۔۔۔"

کار سٹارٹ کرتے ہی اس نے یقین دہانی کروائی۔

"اوہ۔۔۔میں پھر بھول گئی۔"

اس نے سر پر ہاتھ مار کر خود کو کوسا اور سیٹ بیلٹ لگانے لگی۔پھر کچھ یاد آنے پر اداسی سے مسکرائی۔

"جب پہلے دن ہم نے اس یونی میں قدم رکھا تھا تب تم اتنی چھوٹی چھوٹی بات کا خیال نہیں رکھتے تھے۔۔۔۔۔"

"اوہ میڈم وہ پانچ سال پہلے کا دور تھا۔۔۔۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولا۔آج بلاوجہ مسکرانا بھی اچھا لگ رہا تھا۔پھر کار کا موڑ کاٹتے ہوئے بولا۔

"اب پتہ حالات کتنے خراب ہیں۔دنیا بدل گئی ہے۔۔۔۔۔"

"آپ کو بھی یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دنیا کتنی بدل گئی ہے۔حالات کتنے خراب ہیں۔۔۔"

"اچھا وہ کیوں۔۔۔"

اس نے مسکراہٹ دبا کر پوچھا۔ وہ جانتا تھا زینب کیا بات کر رہی ہے۔ جواباً زینب نے ہاتھ کا مکا بنا کر اس کے بازو پر مارا۔

"آؤچ ظالم۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس نے ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے کندھا مسلا۔

"میں بتا رہی ہوں ارسم۔ کم ویل ڈریس ہو کر گھر سے نکلا کرو۔۔۔ کہیں کسی نے پسند کر لیا تو مجھے دو منٹ میں رُخصت کر دو گے۔۔۔"

"خیر اب اتنی بھی بات نہیں ہے۔۔۔۔"

پھر اس کا دھیان بٹانے کو بولا۔

"اچھا ڈگری تو دیکھاؤ۔۔۔"

اور اس کا دھیان واقعی بٹ گیا۔ اب وہ جلدی سے ڈش بورڈ سے فائل اٹھا کر اسے دکھا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ مسکراتے ہوئے کچھ بتا بھی رہی تھی۔ بار بار اپنی کیپ ٹھیک کرتی وہ کوئی اور ہی ہنستی مسکراتی زینب لگ رہی تھی۔ وہ بس مسکرا کر اس کی سن رہا تھا۔ وہ کتنی خوش تھی۔ بالآخر ان کی زندگی میں ایک نیا موڑ آنے والا تھا۔

"اوہ ہاں۔۔۔ یاد آیا۔۔۔"

کوئی بات بتاتے ہوئے وہ یک دم رُکی اور کچھ یاد آنے پر بولی۔

"کیا۔۔۔۔۔۔۔"

"ہمیں ڈاکٹر فاروق کے پاس جانا ہے۔۔۔"

"وہ کس لیے۔۔۔۔"

وہ انجان بنتے ہوئے بولا۔

"تمھیں یاد نہیں۔۔۔۔"

اس نے شکایتی انداز میں اسے دیکھا۔

"جنہیں میں نے جاب کیلئے کہا تھا۔اُنہیں کے ہو سپیٹل میں میں نے فارتھ سمسٹر میں انٹرن شپ بھی کی تھی۔بہت اچھے سر ہیں ہمارے۔ہمیں پریکٹیکل ورک میں بہت کچھ سکھایا تھا انہوں نے۔گاڑی ان کے کلینک کی طرف موڑ لو۔۔۔۔"

"زینب پھر کبھی چلیں گے۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

وہ جیسے ٹال رہا تھا۔جواباً زینب نے اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا۔

"نو مورارسم۔۔۔۔ہم پہلے اس پر بات کر چکے ہیں۔تم جان کر انہیں بھول رہے ہو۔تمھیں سب یاد ہے۔ہماری کل رات اس پر بات ہو چکی ہے۔میں جانتی ہوں تم مجھے

شادی کے بعد کلینک کھول دو گے لیکن جب تک تم انکل سے بات نہیں کر لیتے میں جاب کرنا چاہتی ہوں تاکہ مزید کچھ سیکھ سکوں۔اپنی فیلڈ میں ایکسپیر یئنس حاصل کر سکوں اور میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"اوکے بابا اوکے۔۔۔۔۔"

اس کی تقریر شروع ہو چکی تھی اس سے پہلے کہ وہ اور فائدے بتاتی ارسم نے دونوں ہاتھ کھڑے کئے۔

"ہم وہیں جا رہے ہیں۔۔ریلکس۔۔"

کچھ دیر بعد گاڑی ایک کلینک کے سامنے رُکی۔

"تم آؤ گے یا میں جاؤں۔۔۔۔"

سیٹ بیلٹ کھولتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"نہیں تم جاؤ۔میں ویٹ کر رہا ہوں۔۔۔"

"دعا کرنا انہوں نے کسی اچھے ہوسپیٹل میں میری جاب لگوائی ہو۔۔۔"

اترنے سے پہلے وہ بولی اور چادر کندھے پر ٹھیک کرتی باہر نکلی۔پیچھے ارسم محض سر ہلا کر رہ گیا اور کھڑکی سی باہر دیکھنے لگا۔جہاں بادل گرج گرج کر اب برسنے کو تیار تھے۔

''سر، مس زینب خالد آئیں ہیں۔۔۔''

ان کی سیکرٹری نے دروازے سے جھانک کر اطلاع دی۔ وہ جو عینک ناک پر ٹکائے فائل سے کسی پیشنٹ کا کسی سٹڈی کر رہے تھے۔ عینک کے اوپر سے نظریں اٹھا کر دیکھا۔

''بھیج دیں۔۔۔۔''

ابھی وہ گئی ہی تھی کہ چند لمحے بعد دروازے میں زینب نمودار ہوئی۔

"سر مے آئی۔۔۔۔۔۔۔"

"آؤ زینب آؤ۔۔۔۔۔۔۔"

اسے دروازے میں کھڑے دیکھ کر انہوں نے خوش دلی سے کہا پھر فائل بند کر کے سائیڈ پر رکھی۔زینب کو حوصلہ ہوا اور وہ مسکراتے ہوئے اندر آئی۔وہ استقبالیہ مسکراہٹ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔اور زینب کو ان کی یہی عادت پسند تھی وہ اپنے ہر سٹوڈنٹ اور ٹیچر کو لیگز کے ساتھ بہت عزت سے پیش آتے تھے۔

چند لمحے بعد ان کے آفس کا منظر کچھ یوں تھا کہ زینب ان کے سامنے مؤدب سی بیٹھی تھی اور وہ بھی اپنی نشست سنبھال چکے تھے۔وہ ساٹھ پینسٹھ سال کے تراشیدہ مونچھوں والے مرد تھے۔جن کے چہرے پر اس وقت ٹھہراؤ تھا۔

"سر آج مجھے ڈگری مل گئی ہے۔۔۔"

"اوہ مبارک ہو آپ کو بہت بہت۔۔۔"

وہ واقعتاً خوش ہوئے۔پھر اسے سراہتے ہوئے بولے۔

"ماشاءاللہ آپ نے بہت محنت کی ہے۔۔۔ایسی لگن اور جزبہ میں نے بہت کم سٹودنٹس میں دیکھا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو آگے کی زندگی میں کامیاب کرے۔۔۔"

زینب نے مسکرا کر ان کی بات سنی۔وہ بہت دل سے دعا دے رہے تھے۔

"تھینکیو سر۔۔۔۔"

پھر زرا ٹھہر کر بولی۔

"سر وہ آپ کو جاب کیلئے۔۔۔۔"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ اسے اشارہ کرتے ہوئے نیچے جھکے۔زینب کی بات منہ میں ہی رہ گئی۔انہوں نے دراز میں سے کوئی فائل نکالی پھر سیدھا ہوتے ہوئے بولے۔

"مجھے آپ کی جاب یاد تھی۔میں نے اسی دن ایک بہت اچھے ہوسپیٹل میں آپ کیلئے بات کی تھی۔۔۔۔۔"

وہ رُکے۔زینب دم سادھے انہیں سن رہی تھی۔

"بیٹا جاب تو آپ کی لگ گئی لیکن ایک مسئلہ ہے۔۔۔"

"کیسا مسئلہ سر۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"میں یہاں کے کسی ہوسپیٹل میں جاب نہیں لگوا سکا۔کافی سٹوڈنٹس کی ڈگریاں مکمل ہوئیں ہیں تو سب سیٹس فل تھیں۔۔۔۔"

زینب نے اچنبھے نے انہیں دیکھا۔وہ کیا کہنا چاہ رہے تھے۔

"آپ کی جاب ملتان کے سٹی ہوسپیٹل میں لگی ہے۔میں بھی دو دن وہیں ہوتا

ہوں۔۔۔وہاں کچھ سیٹس فری تھیں تو میں نے وہیں ارینج کر دیا۔۔ٹھیک ہے۔۔۔؟"

بات کے اختتام پر انہوں نے اسے دیکھ کر پوچھا تو چند لمحے وہ خاموش رہی۔اسے سمجھ میں نہیں آیا وہ کیا بولے۔چار سال ہو گئے تھے وہ شہر چھوڑے اب دوبارہ۔۔۔۔۔۔ وہ منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔چند لمحے بعد وہ سنجیدگی سے بولی۔

"سر میں آپ کو کچھ سوچ کر بتاؤں گی۔۔۔میرے لئے دوسرے شہر میں شفٹ کرنا تھوڑا مشکل ہو گا۔۔۔"

وہ تھوڑا پھیکے پڑے۔

"بیٹا،بس ایک گھنٹے کا راستہ ہے ملتان تک کا۔باقی میں سمجھ سکتا ہوں۔۔۔آپ سوچ لیں۔۔۔لیکن میرا مشورہ لیں تو وہ اچھا ہو سپیٹل ہے۔آپ کو وہاں ٹرائے۔۔۔۔"

وہ اگلے چند لمحے بولتے رہے اور زینب سنتی رہی۔وہ جانتی تھی وہ اسے قائل کرنا چاہ رہے ہیں۔کچھ لمحے بعد وہ ان کے کلینک سے نکلتی دیکھائی دی۔اسے باہر آتا دیکھ کر ارسم فوراً سیدھا ہوا اور اس کیلئے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔وہ الجھی ہوئی گاڑی میں بیٹھی ۔ارسم اس کا چہرہ دیکھ کر پوچھے بغیر نا رہ سکا۔

"کیا ہوا۔۔۔۔"

اور جواباً وہ ساری بات دہرا گئی جو اندرا سے ڈاکٹر نے کہی تھی۔پہلے چند لمحے تو وہ بھی خاموش رہا۔پھر سنجیدگی سے کندھے اچکا کر بولا۔

"میں کچھ نہیں کہوں گا۔۔۔تمھاری مرضی ہے۔۔۔جو تمھیں بہتر لگے۔۔۔"

"تمھیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا اگر میں دوبارہ وہاں شفٹ کروں۔۔۔"

یعنی وہ اپنا ذہن بنا چکی تھی۔وہ ملتان واپس جائے گی۔اس شہر جہاں سے وہ اپنے سارے تعلق توڑ آئی تھی۔اس شہر جہاں اس نے پانچ سال پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔اس شہر، جہاں اس کا بچپن اور جوانی کا کافی حصہ گزرا تھا۔

"دیکھو زینب۔۔۔۔۔"

اس نے سنجیدگی سے رُخ اس کی طرف موڑا اور بولا۔

"میں تب بھی تمھارے ساتھ تھا جب تم نے یہاں شفٹ کیا تھا۔حالانکہ میں جانتا نہیں تھا لیکن میں نے تمھارا ساتھ دیا۔میں اب بھی تمھارا ساتھ دوں گا۔مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔تمھارا جو بھی فیصلہ ہو ا مجھے قبول ہے۔۔۔"

زینب بالکل چپ ہو گئی۔وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔اس نے کبھی زینب کے کسی فیصلے پر تنقید نہیں کی تھی۔بس خاموشی سے اس کا ساتھ دیا تھا۔زینب نے آنکھیں بند کر کے چند لمحے سوچا۔

کیا مجھے دوبارہ وہاں جانا چاہیے۔۔؟اگر ان میں نے کسی سے سامنا ہوا تو میں کیا کروں گی۔۔؟لیکن جب وہ سب اپنی زندگی میں آگے بڑھ چکے ہیں تو میں کیوں رُکوں مجھے بھی اپنا مستقبل بنانا ہے۔ماضی کو سوچ میں رکھ کر کب تک ڈر ڈر کر فیصلے کروں گی۔ بالآخر کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے اس نے آنکھیں کھولیں۔ارسم ابھی بھی منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔پھر وہ ہمت مجتمع کر کے وہ الفاظ بولی جو شاید اس کا کبھی نا بولنے کا ارادہ تھا۔

"میں ملتان جاؤں گی۔اپنی جاب سٹارٹ کرنے کیلئے۔اپنا کیریئر بنانے کیلئے۔میں جاؤں گی وہاں اور اگر کوئی مسئلہ ہوا تو میں خود ہی ہینڈل کر لوں گی۔بی کوز زینب از آفائیٹر۔جب پہلے اتنے معاملات سے نکلی ہوں اب بھی نکل جاؤں گی۔۔۔"

یہ کہتے ہوئے بھی اسے ڈر لگ رہا تھا لیکن اس نے سوچ لیا تھا اسے ماضی کی قید سے نکلنا تھا۔اگر وہ آج اپنا حال بہتر کرتی تو آگے روشن مستقبل اس کا انتظار کرتا۔اس لئے اس نے یہ فیصلہ اپنے لئے لیا تھا۔

ارسم چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔وہ شاید خوش قسمت تھا جو اس کی زندگی میں زینب آئی تھی۔پھر وہ آگے بڑھا اور نرمی سے اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں لیا۔

"آئی ایم آلویز وِد یو۔۔۔۔"

اور زینب کیلئے اتنا کافی تھا۔یہی بازو اس کی ڈھال تھے۔یہ بازو اسے دنیا سے بچائے رکھتے تھے۔صرف اس رشتے کی وجہ سے یونی کے پانچ سال کسی لڑکے کی جرأت نہیں ہوئی تھی وہ اس سے حد سے زیادہ فری ہوتا۔

اور پھر چند لمحے بعد وہ اسے خود سے الگ کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"تو پھر کب جا رہی ہو ملتان۔۔۔؟"

---

www.novelsclubb.com

ملتان شہر ویسا ہی گرم تھا جیسا وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ سورج سوا نیزے پر تھا۔ ہمیشہ کی طرح حبض اور گرد فضا کا حصہ تھی۔ سڑکوں پر وہی معمول کے مطابق رش تھا۔ غرض شہر ویسا ہی مصروف تھا جیسا وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ فرق بس اتنا تھا کہ وہ اس شہر کو اندھیرے میں چھوڑ کر گئی تھی اور جب آج اس شہر نے اسے خوش آمدید کہا تو روشنی ہر سو پھیلی تھی۔

اس نے گاڑی سے باہر قدم رکھا تو گرم ہوا کہ تھپیرے نے اس کا استقبال کیا۔ اس نے اس ہوا کو محسوس کیا۔ پھر سر اٹھا کر اپنے شہر کو دیکھا تو چند لمحے ایسے ہی ٹکٹکی باندھے اسے دیکھے گئی۔ اس شہر کی گلیوں میں کھیلتے ہوئے اس نے اپنا بچپن گزارا تھا اور پھر اس ظالم دنیا کی وجہ سے اسے پانچ سال اپنے شہر سے دور گزارنے پڑے۔

"جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ ورنہ پَر پُرزے کاٹ کر گھر بٹھا دوں گا۔ پھر رونا بیٹھ کر۔۔"

سامنے دیکھتے ہوئے اچانک ایک فقرہ اس کے دماغ میں گونجا۔ کافی عرصے بعد ماضی کے ان فقروں نے اس پر حملہ کیا تھا۔ زینب نے سر جھٹک کر اس آواز کو دور بھگانے کی کوشش کی لیکن بیک وقت بہت سی آوازیں ایک ساتھ اس کے کانوں سے ٹکرائیں۔

ہمارے گھروں میں لڑکیوں کو لڑکیاں ہی سمجھا جاتا ہے۔ باندی نہیں۔۔۔"

"اب اگر تم انکار کر بھی دو تو کوئی تمہارا یقین نہیں کرے گا۔۔۔" موحد کا استہزائیہ

لہجہ۔

"یونی جا کر تم خود کو زیادہ ہی خود مختار سمجھنے لگ گئی ہو۔۔۔"اس کی اپنی بہن کے الفاظ

۔

"تمھیں اتنا ہی مسئلہ ہے تو کسی بڑے سے بات کرو۔۔۔۔"منان کا صاف انکار۔

بے اختیار اسے چکر آیا۔وہ لڑکھڑائی۔پھر سہارے کیلئے کار کا کھلا دروازہ تھاما۔

"زینب۔۔۔۔"

ارسم اسے پکارتے ہوئے فوراً قریب آیا۔

"تم ٹھیک ہو۔۔۔"

جواباً زینب نے اثبات میں سر ہلایا۔ارسم نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے سہارا دیا اور گھما کر قبرستان کے گیٹ کے سامنے لایا۔وہ سب سے پہلے قبرستان آئے تھے۔زینب نے کہا تھا وہ اپنے والدین کی قبر دیکھنا چاہتی ہے چاہے دور سے ہی سہی۔

"تم چاہو تو اندر بیٹھ جاؤ گاڑی میں۔میں فاتحہ پڑھ کر آتا ہوں۔۔۔"

ارسم نے پیشکش کی اور زینب فوراً مان گئی۔وہ اس وقت کھڑے ہونے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔اسے اندر بٹھا کر ارسم قبرستان کی طرف بڑھا۔زینب نے دیکھا وہ دور جاتا دیکھائی دے رہا تھا اور اسی منظر میں ایک اور منظر لہرانے لگا۔وقت یہی رُک گیا

اور زینب کا ذہن بہت سال پیچھے چلا گیا۔اتنا کہ وہ ابھی سات سال کی تھی اور اپنے گھر کے لان میں گھاس پر بیٹھی سامنے کُرسی پر بیٹھے اپنے ابو سے پوچھ رہی تھی۔

"بابا، جب انسان مر جاتا ہے تو اسے سب قبرستان میں کیوں لے جاتے ہیں۔وہ ہمارے ساتھ اسی گھر میں کیوں نہیں رہ سکتے۔۔۔"

وہ کُرسی پر بیٹھے اخبار پڑھنے میں مصروف تھے۔اس کی بات سن کر وہ مسکرائے پھر اخبار بند کر کے ٹیبل پر رکھا۔شام کی نیلگوں روشنی ہر سو پھیلی تھی۔مغرب کی آزان میں بس کچھ وقت ہی باقی تھی۔وہ گھٹنوں کے بل اس کے ساتھ گھاس پر بیٹھے پھر اس کے چہرے پر آئے بال ہٹاتے ہوئے پیار سے پوچھنے لگے۔

"بیٹا، آپ کو پتہ ہے۔ادھر اوپر،۔۔۔۔۔"

انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

"آسمان پر اللہ تعالیٰ رہتے ہیں۔۔"

"جی مجھے ٹیچر نے بتایا تھا۔۔۔"

اور یہ وہی عمر تھی جب جو ٹیچر کہہ دے وہی ٹھیک مانا جاتا تھا۔

"جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا اس دنیا سے رابطہ ختم ہو جاتا ہے۔اس کی روح ادھر آسمان پر اللہ تعالیٰ کے پاس چلی جاتی ہے۔۔۔۔"

www.novelsclub

"لیکن بابا، دادا جان کو تو آپ سب قبرستان چھوڑ آئے تھے پھر وہ اُدھر اوپر کیسے گئے۔۔"

اس نے اپنی عقل کے مطابق چہرے پر معصومیت سجاتے ہوئے پوچھا۔ بچی تھی نا وہ ابھی۔ تو سوال تو بنتے تھے۔ بچوں کا ذہن سوال بُننے کے علاوہ کر بھی کیا سکتا ہے۔

"بیٹا، روح ہماری اللہ کے پاس چلی جاتی ہے۔ جسم دنیا میں ہی رہتا ہے۔ جسے ہم قبرستان میں دفنا آتے ہیں۔۔۔"

"ہاہ۔۔۔۔۔"

اس نے حیرت سے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ منہ پر رکھے۔

"اس کا مطلب مرنے کے بعد ہم دو ہو جاتے ہیں۔۔۔ ایک آسمان پر اور ایک قبرستان میں۔۔۔۔"

انہوں نے اس کی بات پر مسکرا کر سر جھٹکا۔ بچوں کے ذہن بھی چھوٹی عمر میں کچھ زیادہ ہی تیز چلتے ہیں۔

"زینب۔۔۔۔۔۔۔"

خالد صاحب آگے سے کچھ کہہ رہے تھے۔ لیکن امی کی آواز پر وہ سب کچھ چھوڑ کر اٹھی اور بھاگتی ہوئی اندر چلی گئی۔ پیچھے خالد صاحب مسکرا کر گھاس پر بکھرے اس کے

کھلانے سمیٹنے لگے۔

اور اتنے عرصے بعد زینب آج بھی اس بات کا جواب نہیں ڈھونڈھ پائی تھی کہ جب اللہ انسان کی روح نکال کر اپنے پاس بلا لیتا ہے تو اس جسم کو اس دنیا میں رکھنے کا فائدہ؟ شاید دوبارہ زندہ کرنے کیلئے۔ جواب بس یہی بن پاتا تھا۔

ارسم ساتھ آکر بیٹھا تو وہ چونکی۔ پھر حال میں لوٹی تو محسوس ہوا چہرہ گیلا ہے۔ ہاتھ اٹھا کر اس نے اپنے چہرے پر آئے آنسو صاف کئے۔ ارسم کچھ نہیں بولا وہ سمجھ سکتا تھا زینب اس وقت مختلف کیفیات کا شکار تھی۔ آنسو صاف کر کے وہ نم لہجے میں بولی۔

"تمھیں لگتا ہے مجھے واپس اس گھر میں جانا چاہیے۔۔؟"

شاید اس گھر کی یاد آنے کا نتیجہ تھا جو زینب کے منہ سے یہ جملہ ادا ہوا۔

"ہر گز نہیں۔۔۔۔۔"

ارسم نے سختی سے نفی میں سر ہلایا۔

"زینب جزبات میں آکر کوئی غلط فیصلہ نہیں کرنا۔۔ ویسے بھی نیا گھر ہمارا منتظر ہے۔۔۔۔"

"ویسے تم نے اتنی جلدی گھر کا انتظام کیسے کیا۔۔۔۔"

ارسم کی بات پر اداسی کے فیز کو جھٹکتے ہوئے زینب نے مشکوک لہجے میں پوچھا۔

"خدا کو مانو یار۔۔۔شک کیوں کر رہی ہو۔۔۔سیل ہو رہا تھا۔میں نے خرید لیا۔"

"اور اپنی سٹڈیز کے دوران تم کہاں رہتے تھے۔۔"

وہ مزید شکی ہوئی۔

"اسی پلازے میں جہاں تم آخری دفعہ مجھے ملنے آئی تھی۔نہیں یقین تو پہلے وہاں لے چلوں۔۔۔۔"

وہ جل کر بولا تو زینب گردن پیچھے پھینک کر کھلکھلا کر ہنسی اور پھر ہنستی چلی گئی۔جواباً ارسم نے اسے دیکھتے ہوئے سکون کی سانس خارج کی۔پھر سر جھٹک کر کار سٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

"تو پھر چلیں۔۔۔؟"

"ہاں ہاں چلو۔۔۔"

اور پھر ایسے ہی ہنسی اور ہلکی پھلکی باتوں کے دوران وہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

----

www.novelsclubb.com

ایک مہینے بعد:

وہ ایسے ہی ایک حسین صبح تھی۔ سورج بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ کبھی سورج کی ٹھنڈی کرنیں واضح ہوتیں تو کبھی بادل سورج کے سامنے آجاتے۔ یعنی سورج اور بادلوں میں نوک جھونک جاری تھی۔ ٹھنڈی تیز ہوا ماحول کو اور خوبصورت بنا رہی تھی۔

ایسے میں اس گھر کا سبزہ زار عبور کر کے لاؤنج کی کھڑکی سے اندر جھانکو تو وہاں خاموشی

تھی۔دائیں طرف کے کمرے سے باتوں کی آواز آرہی تھی۔دروازے کی درز سے جھانکو تو وہ دونوں بیڈ پر نیم دراز باتوں میں مصروف تھے۔اے سی چلنے کی وجہ دونوں نے کمفرٹر اوڑھا ہوا تھا۔زینب کا ایک ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ اس کے کندھے پر سر ٹکائے نفی میں سر ہلاتی اسے کسی بات پر ٹوک رہی تھی۔وہ بھی آگے سے ضدی انداز میں کچھ کہنے لگا۔پھر یک دم کچھ یاد آنے پر بولا۔

"تم نے ولیمے کا ڈریس سلیکٹ کر لیا تھا۔۔؟"

"ہاں وہ تو کر لیا تھا لیکن ولیمہ کچھ زیادہ ہی دیر سے نہیں رکھا۔۔۔۔؟"

وہ جیسے حیران تھی۔

"میں نے ہی کہا تھا ابو سے۔بارات کا فنکشن ہو گیا بہت ہے۔اب ہمیں کچھ دن کیلئے شہر جانے دیں۔۔۔"

اس کی انگلی میں پہنی انگوٹھی کو گھماتے ہوئے وہ آرام سے بولا۔زینب نے خفگی سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"شرم تو نہیں آئی نا۔کیا سوچتے ہوں گے وہ۔ویسے بھی مجھے وہاں سب کے ساتھ اتنا اچھا لگ رہا تھا۔آنٹی اتنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"بس بس۔۔۔۔"

ارسم نے اس کی پیار بھری تقریر کو بریک لگوایا۔

"اتنی تم فرمانبردار بہو۔۔۔شور شرابہ دیکھا وہاں کتنا تھا۔اب یہ دیکھو ہمارا گھر۔کتنا سکون ہے یہاں۔۔۔"

ارسم نے باقائدہ آنکھیں بند کر کے اس سکون کو محسوس کیا۔جواباً زینب نے اس کے بازو پر مکا مارا۔

"خبردار میرے گھر والوں کو کچھ کہا تو۔۔۔"

"ارے واہ۔۔اتنی جلدی میرے گھر والے بھی ہو گئے۔۔۔۔"

وہ طنزاً بولا۔

"اچھا بس بس۔۔۔اب مجھے لیکچر نا دینے بیٹھ جانا۔۔۔ویسے بھی چھوڑو مجھے میں اٹھ کر ناشتے کا۔۔۔۔۔"

وہ اس سے اپنا ہاتھ چھڑواتی اٹھنے لگی تھی جب ارسم نے اسے دوبارہ کھینچ کر بٹھایا۔

"چپ کر کے بیٹھی رہو مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔۔۔"

اور پھر اگلے چند لمحے دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔زینب نے محسوس کیا۔

واقعی! کتنے سکون کے پل تھے وہ۔

"میں ایک بات ہمیشہ سے کرنا چاہتا تھا لیکن نہیں کر سکا۔پانچ سال پہلے جب میں نے

تم سے دو دن رابطہ نہیں کیا اور وہی دن وہ تھے جب تمھاری طلحٰہ سے ملاقات ہوئی تو میں تم سے ناراض نہیں تھا۔ دراصل تب ابو کو چھوٹا سا اٹیک ہوا تھا۔ مطلب انزائیٹی اٹیک تھا۔ ہم بہت پریشان تھے۔ میں نے موبائل نہیں دیکھا۔ میرا موبائل بند تھا ان دنوں اور جس دن ابو کو واپس لے کر آئے۔ اس دن رات میں ہی میں نے موبائل دیکھا تو تمھیں کال کی لیکن تمھاری لوکیشن ہی ملتان سے شو نہیں ہوئی۔۔۔"

وہ بتا رہا تھا اور زینب بس خاموشی سے سن رہی تھی۔ وہ ایک ایسی بات پر صفائی سن رہی تھی جس پر اسے کبھی اعتراض ہی نہیں رہا تھا۔ اگر کبھی اسے شکوہ تھا بھی تو اتنے سال ارسم کی مدد کے بعد اسکے سارے شکوے دم توڑ گئے تھے۔ وہ خاموش رہی۔ کافی دیر دوبارہ خاموشی رہی۔

"تم واقعی اب اپنے گھر والوں سے رابطہ نہیں کرنا چاہتی۔۔۔۔؟"

چند لمحے مزید سرکے تو ارسم مدھم آواز میں بولا۔ اس کی بات سن کر وہ چند لمحے خاموش رہی۔ فضا میں کوئی اُداس نغمہ گونجا تھا۔ پھر بولی تو اس کی آواز میں زمانے بھر کی اُداسی تھی۔

"میں دل سے بتاؤں تو 'نہیں'۔ شروع شروع میں جب یہاں آئی تھی تب جانا چاہتی تھی ان کے پاس۔ کیونکہ مجھے اپنے بابا کی، اس گھر سے جڑی یادوں کی بہت یاد آتی

تھی۔ لیکن اب۔۔۔۔اب نہیں۔ میں چاہوں گی زندگی میں کبھی اُن سے دوبارہ نہ ملوں۔ وہ بس میرے ذہن کے نہاں خانے میں ایک دن بھولی بسری یاد بن کے رہ جائیں گے۔۔۔۔"

وہ رُکی۔ جیسے بہت سے آنسو اندر اتارے ہوں پھر بولی۔

"میرے پاس سب کچھ ہے۔ میری جاب، تم، تمھارے گھر والے، پھر کچھ عرصے بعد جب ہم اپنا کلینک کھول لیں گے پھر ہمارے پاس پوری لائف ہو گی لوگوں کی خدمت کرنے کیلئے۔ زندگی اتنی بھی حسین ہو گی میں نے نہیں سوچا تھا۔۔۔"

بات کے اختتام پر اسکے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

"شکر ہے ابو کو زیادہ منانا نہیں پڑا۔ وہ جلدی مان گئے اور ہمیں ہماری خوشی مل گئی۔۔۔۔"

ارسم بھی بولا تھا۔ وہ دونوں جیسے بالکل مکمل ہو گئے تھے۔ ایک دوسرے سے بات کرتے وہ جیسے کسی اور ہی دنیا میں تھے۔

"تمھارے ساتھ گزارے چند لمحے میری زندگی مکمل کر دیتے ہیں۔ پھر ابھی تو ساری۔۔۔۔۔"

اس کی آواز باہر دروازے پر بجتی بیل نے روکی تھی۔ کمرے کا پُر فسوں ماحول چھناکے

سے ٹوٹا۔ سارا تسلسل ٹوٹنے پر جہاں ارسم نے بُرا سا منہ بنایا وہیں زینب مسکراہٹ دباتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اس کے اوپر سے کمفرٹر کھینچا۔

"اٹھ جائیں ارسم صاحب۔ بہت ہو گئی ہڈھ حرامی۔۔۔"

جواباً اُس کے تاثرات دیکھ کر اس نے کمفرٹر صوفے پر پھینکا اور اپنا ڈوپٹہ اٹھا کر باہر کی طرف بھاگی۔

"تم رُکو چالاک لومڑی۔۔۔۔"

وہ بھی جلدی سے اٹھ کر اس کے پیچھے ہی آیا۔ زینب برق رفتاری سے لاؤنج پار کر کے باہر سبزہ زار پر آ گئی۔ اس نے اس وقت سُرخ رنگ کی قمیض کے ساتھ سفید ٹراؤزر پہنا ہوا تھا۔ بال گول مول جوڑے میں باندھے، ڈوپٹہ کندھے پر لئے وہ ارسم سے بچتی دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"اچھا رُکو نہ زینب۔ میں کھولتا ہوں۔۔۔"

وہ بھی کہتے ہوئے باہر سبزہ زار پر آ گیا۔ دونوں ننگے پاؤں تھے۔ ارسم نے ٹراؤزر پر بلیک شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ زینب نے رُخ موڑا اور ارسم کو دیکھتے ہوئے اُلٹے قدم اٹھانے لگی۔ اتنی دیر میں دوسری دفعہ بیل بجی۔

"تم سے زیادہ میں اس گھر میں رہی ہوں۔ دروازہ میں کھولوں گی۔۔۔"

اس نے مسکرا کر اپنی طرف اشارہ کیا۔ ملتان آنے کے بعد وہ اپنی جاب میں بزی ہو گئی تھی اور وہ ابو کو منانے لگ گیا تھا۔ پھر وہ مان گئے تو ایک ہفتہ پہلے انہوں کی بارات کا انتظام کیا گیا۔ بارات کا فنکشن گاؤں میں ہی ہوا تھا اور بڑے دھوم دھام سے ہوا تھا لیکن اس سب کے بعد وہ لوگ گاؤں میں ہی رہے تھے۔ دو دن ہوئے وہ لوگ ادھر شہر میں آئے تھے اور اتنے دنوں میں ارسم نے پہلی دفعہ زینب سے فرصت سے بات کی تھی اور اس کے ہونٹوں پر وہ خوبصورت مسکراہٹ دیکھی تھی۔ وہ شہد رنگ مسکراتی آنکھوں کے ساتھ، قدم قدم پیچھے ہٹ رہی تھی۔ ارسم نے دور سے اس کی مسکراہٹ دیکھی۔ دونوں میں کافی فاصلہ تھا۔ اس نے دل ہی دل میں اس کی مسکراہٹ کی نظر اتاری۔ آج وہ بہت دنوں بعد اسے پیاری اور خوش لگ رہی تھی۔

"مطلب تم باز نہیں آؤ گی۔۔۔۔"

وہ بھی آرام سے قدم قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"اونہوں بالکل نہیں۔۔۔"

اس نے مسکراہٹ دبا کر نفی میں سر ہلایا۔ اتنی دیر میں تیسری دفعہ بیل بجی۔ پیچھے کو قدم اٹھاتی اب وہ گیٹ کے دائیں طرف بنی دیوار سے جا لگی۔ تبھی ارسم کے پاؤں میں کچھ اٹکا۔ وہ رُکا اور جھک کر دیکھا۔ وہ ڈور پتہ نہیں وہاں کیسے آئی تھی۔ زینب نے رُخ

موڑا تو سامنے دروازہ تھا۔اس نے چہرہ موڑ کر ارسم کو دیکھا جو نیچے بیٹھا تھا پھر اونچی آواز میں بولی۔

"ارسم، میں کھول دوں۔۔۔"

ارسم نے سر ہلاتے ہوئے پاؤں سے دور علیحدہ کرنی چاہی۔زینب نے دروازہ کھولا۔ سامنے کوئی بھی نہیں تھا۔

"کون ہے۔۔۔۔"

اس نے اچنبھے سے کہتے ہوئے سر باہر نکالا۔ارسم تب تک ڈرو علیحدہ کر کے سائیڈ پر رکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔پتہ نہیں یہ زینب کے پاؤں میں کیسے نہیں پھنسی تھی۔۔؟

"ابھی تو کوئی بیل بجا رہا تھا۔۔۔"

دوسری طرف زینب اچنبھے سے چہرہ باہر نکالا کر، ساتھ میں پوچھ رہی تھی۔

"کوئی ہے۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

تبھی اس کی نظر ساتھ والے گھر کے باہر کھڑے لڑکے پر پڑی۔

"زینب کوئی نہیں ہے تو آ جاؤ۔۔۔۔"

ارسم نے پیچھے سے آواز لگائی۔وہ وہیں رُک گیا تھا کیونکہ زینب دروازے میں کھڑی تھی لیکن زینب اس لڑکے کو آواز دیتے ہوئے دروازے سے باہر نکل چکی تھی۔ارسم

نے اسے دیکھ کر سر پر ہاتھ مارا پھر آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

"زینب پاؤں میں جوتا بھی نہیں ہے۔اندر آؤ۔۔۔۔"

زینب اپنے گھر سے آگے کھڑی اس لڑکے کو آواز دینے لگی تھی۔

"ہیے بھائی صاحب، بات سنیں۔۔۔"

اب کی بار ارسم زرا سختی سے کہتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔اسے صرف زینب کھڑی نظر آرہی تھی کیونکہ اُس نے چھوٹا گیٹ کھولا تھا۔باہر کے منظر سے وہ یکسر بے خبر تھا اور تبھی۔۔۔۔۔

جب زینب اس، سیلیز مین کو آوازیں دے رہی تھی جس کے ہاتھ میں نوڈلز کے پیکٹ تھے، تبھی جب ارسم اسے اندر آنے کا کہہ رہا تھا، تبھی ایک گاڑی پیچھے سے آئی اور زینب کو ٹکر مار کر آگے بڑھ گئی۔لمحے بھر کا عمل تھا اور دوسرے ہی لمحے زینب کا وجود کار کے اوپر سے اُچھل کر، گھومتے ہوئے بیچ سڑک پر آگرا۔

یہ دیکھ کر ارسم کے قدم ایک لمحے کو جمے تھے پھر وہ دوڑتا ہوا باہر بھاگا۔اس کی آنکھوں کے سامنے زینب کا وجود تھا، جو ابھی کار کے اوپر سے اچھلا تھا۔کچھ آگے جا کر وہ کار بھی رُکی۔

"زینب۔۔۔۔۔"

وہ چلاتا ہوا باہر آیا اور وہیں زمین پر بیٹھ کر جلدی سے اس کا سر اپنی گود میں رکھا۔اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور ڈوپٹہ سارا خون سے بھر چکا تھا۔زینب کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔

"زینب،اٹھو،آنکھیں بند نہیں کرنا۔۔۔"

اس نے اسے اٹھانا چاہا۔اس کے سر سے خون بہے جا رہا تھا۔اتنی دیر میں وہ سیلز مین بھی متوجہ ہو چکا تھا اور گاڑی سے بھی ایک لڑکا نکل کر بھاگتا ہوا آیا۔

"سوری مجھے پتہ نہیں چلا۔۔۔۔۔"

بے دھیانی میں کہتے ہوئے،آگے کا منظر دیکھ کر وہ چونکا۔پھر جلدی سے آگے بڑھا۔

"اوہ ان کو تو چوٹ آئی ہے۔۔۔آئیں انہیں ہوسپیٹل لے جاتے ہیں۔۔۔"

اتنی دیر میں ارسم اسے بازوؤں میں اٹھا چکا تھا،پھر بھاگتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھا۔ پاؤں میں جوتا ابھی بھی نہیں تھا۔

www.novelsclubb

"پلیز جلدی ہوسپیٹل لے چلیں۔۔۔"

گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ جلدی سے بولا۔پھر زینب کی طرف متوجہ ہوا۔

"زینب زینب،ادھر میری بات سنو،آنکھیں بند نہیں کرنا۔۔۔"

اس کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔وہ بس دیوانہ وار اس کا گال تھپک رہا تھا۔

"ہم ابھی ہوسپیٹل پہنچ جائیں گے۔پلیز آنکھیں بند مت کرنا۔۔۔"

وہ اس کا گال تھپکتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ کبھی اس کا ہاتھ مسلتا، کبھی آنکھیں کھلی رکھنے کو کہتا۔اسے اپنے چہرے پر نمی محسوس ہو رہی تھی۔پتہ نہیں خون تھا یا آنسو۔اس کی شرٹ پوری خون سے بھر چکی تھی۔ لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔وہ بس دیوانہ وار اسکا چہرہ تھپکتے،ڈرے ہوئے لہجے میں ایک ہی بات کہے جا رہا تھا۔

"آنکھیں کھلی رکھنا پلیز۔۔۔۔"

اور زینب بس اس کی گود میں لیٹی بند ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔نہ اسے کچھ سنائی دے رہا تھا نا کچھ محسوس ہو رہا تھا۔اسے بس خود پر جھکا وہ نظر آ رہا تھا۔اس کی آنکھوں کے سامنے صرف ایک ہی چہرہ تھا اور وہ تھا۔ارسم!

ہوسپیٹل آیا تو وہ اسے اٹھائے جلدی سے ایمرجنسی وارڈ تک بھاگا۔ارد گرد لوگ حیرت سے اسے دیکھنے لگے کیونکہ وہ بغیر جوتوں کے تھا۔

"تمھیں کچھ نہیں ہوگا۔۔۔۔"

جب اسے سٹریچر پر لٹائے ایمرجنسی وارڈ کی طرف لے جا رہے تھے تب وہ اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے اسٹریچر کے ساتھ تیز تیز چلتے ہوئے کہہ رہا تھا اور وہ نیم بند ہوتی آنکھوں سے بامشکل سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن اسے اتنی تسلی ہوئی کہ

وہ سانس لے رہی ہے۔

آئی۔ سی۔ یو سے کچھ پیچھے ہو وہ رُک گیا۔ سٹریچر آگے جاتا گیا۔ اس کا ہاتھ زینب کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ ڈاکٹرز اسے آئی۔ سی۔ یو میں لے گئے۔ دروزہ بند ہو گیا۔ وہ وہیں کوریڈور میں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھتا چلا گیا۔ اس کے ہاتھوں پر خون لگا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھامے اب بس ایک ہی فقرہ دہرا رہا تھا۔

"تمھیں کچھ نہیں ہو گا۔۔۔۔"

اس کا دماغ سن ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے خون سے لت پت ہاتھوں کو دیکھا اسے وحشت سی ہوئی۔

"سوری مسٹر، میرا دھیان کہیں اور تھا میں۔۔۔۔"

وہ گاڑی والا اس کے پاس آ کر بہت کچھ کہہ رہا تھا لیکن اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ کافی دیر بولنے کے بعد وہ بھی وہاں سے چلا گیا۔ کچھ دیر بعد آئی۔ سی۔ یو کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹرز باہر آتے دیکھائی دیئے۔ وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"وہ۔۔۔۔۔"

آگے وہ خود بھی نہیں پوچھ سکا۔ آواز رندھ گئی۔ سُرخ ہوتی آنکھوں میں نمی سی ابھری

۔ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں کہنا شروع کیا۔

"دیکھیں، پیشنٹ کی کنڈیشن بہت کریٹیکل ہے۔ان کا کافی خون بہہ چکا ہے۔ان کی بیک سے کافی بونس اور مسلز ڈیمج ہو چکے ہیں۔ان کا سروائیو کرنا بہت مشکل ہے۔۔۔"

اورارسم کے جیسے کسی نے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لی تھی۔اس کی رنگت متغیر ہو گئی۔ بڑی ہمت کر کے اس نے اپنے لب وا کئے تو بس ایک ہی جملہ ادا ہوا۔

"کیا میں مل سکتا ہوں۔۔۔۔؟"

اس کا لہجہ اتنا التجائیہ تھا کہ ڈاکٹر انکار نہ کر سکا۔

---

www.novelsclubb.com

وہ میلوں کے فیصلے طے کر کے اس سے ملنے آتا تھا آج دروازے سے بیڈ تک کا سفر

مشکل لگ رہا تھا۔ وہ سامنے بیڈ پر نیم بیہوشی کی حالت میں لیٹی تھی۔ اس کا سر پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ بیڈ سر کی طرف سے تھوڑا اونچا تھا۔ آکسیجن ماسک کے زریعے وہ بامشکل سانس لے رہی تھی۔ چہرے پر جگہ جگہ خون کے دھبے لگے ہوئے تھے۔ ایک نرس اس کے سرہانے کھڑی وینٹیلیٹر مشین ہر اس کی سانس کی رفتار چلتی دیکھ رہی تھی

۔

ایک لمحے کیلئے اس کے قدم زنجیر ہوئے۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر اُسے شدید تکلیف ہوئی۔ بامشکل قدم قدم چلتا وہ بیڈ کے قریب آیا۔ پاؤں میں ابھی بھی جوتے نہیں تھے۔ حالت مزید ابتر ہو گئی۔

زینب نے اپنی ادھ کھلی آنکھوں سے اسے اپنے قریب آتے دیکھا۔ اس کے ہونٹ ہلکی سی مسکراہٹ میں ڈھلے۔ سانس لینے کی کوشش کرتے ہوئے اس کی گردن مسلسل اوپر نیچے حرکت کر رہی تھی۔ ارسم نے اس کا کینولا لگا ہاتھ تھاما۔

"تمھیں کچھ نہیں ہو گا۔ تم جلدی ٹھیک ہو جاؤ گی۔۔۔"

بات کے اختتام پر اس کی آواز بھیگ گئی۔ زینب نے تکلیف دہ تاثرات کے ساتھ ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔ وہ تڑپ کر آگے بڑھا اور تھوڑا سا اس پر جھکا۔ نرس دوسری طرف رُخ کئے کچھ کر رہی تھی۔

"پلیز ہوں نا کہو۔ تمھیں کچھ نہیں ہو گا۔۔۔"

تبھی سانس کی رفتار نارمل ہوتی دیکھ کر نرس ان کی طرف گھومی۔ارسم سیدھا ہوتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"پیشنٹ کے سانس کی رفتار اب نارمل ہے۔اب ہمیں انہیں بلڈ لگانا ہو گا۔کیا آپ انہیں بلڈ دیں گے۔۔؟"

وہ پوچھ رہی تھی اور ارسم نے بے اختیار زینب کو دیکھا۔اس کی آنکھیں بھیگ گئی۔

زینب کو دیکھتے ہوئے اس منظر میں ایک اور منظر ابھرا۔

وہ ایک ٹھنڈی صبح تھی جب وہ سب یونی کے پارک میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔

زینب ارسم کا رجسٹر ڈاٹھائے صفحے الٹ پلٹ کر رہی تھی۔ایک صفحے پر کچھ دیر کر وہ چونکی۔پھر حیرت سے ارسم کی طرف پلٹی جو شنایہ اور عون کی طرف رُخ کئے کوئی بات کر رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ارسم، تمھارا بلڈ گروپ بی پوزیٹیو ہے۔۔۔۔؟"

اس کی بات پر اس نے چہرہ موڑا۔پہلی نظر اپنے رجسٹر ڈ کو دیکھا پھر نظریں اٹھا کر اس کا حیران چہرہ دیکھا۔

"ہاں یہی ہے۔لیکن اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے۔۔۔"

اس کا اشارہ اس کے ردِ عمل کی طرف تھا۔

"مطلب اگر کبھی مجھے کچھ ہو گیا تو تم مجھے خون بھی نہیں دے سکو گے۔۔۔"

اسے تو صدمہ لگ گیا تھا جواباً ارسم نے مسکراہٹ دبا کر اسے دیکھا۔ پھر شرارت سے اس کی طرف جھک کر بولا۔

"اگر کبھی تمھیں کچھ ہوا اور ڈاکٹر نے مجھ سے پوچھا کہ آپ خون دیں گے یا نہیں تو میں آگے سے کہہ دوں گا کہ دو نیشن بلڈ میں سے لگا دیں۔ان محترمہ کا ہمارے خاندان میں اکلوتا بلڈ گروپ ہے۔۔۔"

جواباً زینب کے تاثرات بدلے۔اس نے خفگی سے ہاتھ میں پکڑا رجسٹر ڈار سم کے بازو پر مارا۔

"شرم تو نہیں آئے گی نا تمھیں۔۔۔۔تم بے وفا۔دھوکے باز۔۔۔"

وہ اسے ایسے القابات سے نوازتی مسلسل رجسٹر ڈمار رہی تھی اور وہ ہاتھ چہرے کے سامنے کئے مسکرا کر اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"نہیں،آپ ڈونیشن بلڈ سے لگا دیں۔۔۔"

منظر معدوم ہوا تو اس نے خود کو کہتے سنا۔اس کی آنکھیں بھیگ چکی تھی۔آنسو بس کنارے پر اٹکے تھے۔زینب کی آنکھوں میں لمحے بھر کو بہت سے جزبات ابھرے۔

اس کی بات سن کر نرس کمرے سے گئی تو وہ اس پر جھکا اور نرمی سے اس کے پٹیوں میں جکڑے سر کو ہونٹوں سے چھوا۔ زینب نے آہستہ سے آنکھیں بند کیں۔ اس کی آنکھ سے ایک آنسو نکل کر تکیے میں جزب ہوا۔ ساتھ رکھے وینٹیلیٹر پر سانسوں کی لکیر کبھی اوپر اور کبھی نیچے ہوتی دیکھائی دے رہی تھی۔

"میرے دل نے پہلی نظر میں تمھارے ساتھ رہنے کی ضد کی تھی اور ارسم ابراہیم دل کی خواہشوں کا احترام کرنے والوں میں سے ہے۔ ارسم کی زندگی زینب کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے تم جلد ٹھیک ہو جاؤ گی۔ تمھیں کچھ نہیں ہو گا۔۔۔۔"

وہ نم آنکھوں سے اس پر جھکا کہہ رہا تھا۔ وہ ابھی کہہ ہی رہا تھا لیکن اس سے پہلے ہی زینب بولی۔ وہ بولی تو اس کی آواز سرگوشی کی صورت میں ادا ہوئی۔ آکسیجن ماسک میں اس کی آواز ہلکی ہو گئی۔

"زینب خالد کچھ بھی نہیں تھی۔۔۔۔"

وہ رُکی اور ایک لمبا سانس لیا۔ ماسک کی دیواروں پر دھند نمایاں ہوئی۔ ارسم ضبط کئے اس کا ہاتھ تھامے سن رہا تھا۔ پھر وہ جیسے ساری ہمت جمع کرتے ہوئے بولی۔

"زینب کو اپنے دل کی خواہشات کا احترام کرنا ارسم نے سکھایا تھا۔۔۔"

اس بات پر ارسم نے بھیگی نظریں اٹھا کر اسے دیکھا وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی اور پھر

دیکھتے ہی دیکھتے ارسم کو دیکھتی زینب کی آنکھیں ساکت ہو گئیں۔ٹوں کی آواز آئی تو اس نے چونک کر چہرہ موڑا اور سکرین پر ابھرتی لکیروں کو دیکھا جو اب بالکل سیدھی ہو چکی تھیں۔ارسم کی گرفت ڈھیلی پڑی تو اس کے ہاتھ میں پکڑا زینب کا ہاتھ بھی بے دم ہو کر نیچے گر گیا۔ارسم کی بے یقین نظریں دوبارہ زینب کی طرف اٹھیں تو وہ اسی طرح اسے دیکھ رہی تھی۔ مسکراتی شہد رنگ آنکھوں سے۔اس کے ہونٹوں پر ابھی بھی وہی ہلکی سی مسکراہٹ تھی لیکن آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہو چکی تھیں۔ارسم نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑا وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔اسے یک دم ہوش آیا۔اس نے جلدی سے دوسرا ہاتھ بڑھا کر زینب کا گال تھپکا۔

"زینب، زینب۔۔۔"

اس کی آواز کانپی۔اس کے لہجے میں ڈر تھا، خوف تھا۔

"دیکھو میرے ساتھ مزاق نہیں کرو۔کچھ بولو۔ابھی تم بول رہی تھی۔تم ٹھیک تھی۔ بتاؤ مجھے میں تمھارے لئے۔۔۔۔"

وہ دیوانہ وار اس کا گال تھپکتے ہوئے بول رہا تھا۔اسی وقت ڈاکٹر اور ایک نرس کمرے میں آئے۔حالات دیکھ کر وہ جلدی سے قریب آئے۔

"نرس، پکڑے انہیں۔۔۔"

ڈاکٹر نے نرس کو اشارہ کیا اور خود زینب کی طرف متوجہ ہوئے۔ نرس نے اسے پکڑ کر بیڈ سے دور کیا تو وہ چونکا۔ پھر خود کو چھڑواتے ہوئے بولا۔

"چھوڑو مجھے، ڈاکٹر دیکھیں۔ یہ مزاق کر رہی ہے۔۔ اسے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ زندہ ہے۔ یہ مجھے تنگ کر رہی ہے۔۔۔"

وہ پاگل لگ رہا تھا۔ بال بکھرے ہوئے، چہرہ حواس باختہ۔ اس نے امید طلب نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھا جو زینب کو دیکھنے کے بعد پلٹ چکے تھے۔ انہوں نے اسے دیکھا پھر نفی میں سر ہلا کر بولے۔

"سوری، بٹ شی از نو مور۔۔۔۔"

ایک لمحے کیلئے اس کے سارے وجود میں سناٹا آ گیا۔ یہ زینب کیلئے سننے والے زندگی کے آخری لفظ بھی ہوتے تو وہ نا سننا چاہتا۔ اس کی بے یقین نظروں نے ڈاکٹر کے چہرے سے زینب کے چہرے تک کا سفر کیا۔ اگلے ہی لمحے وہ نرس کو پیچھے دھکیلتا خود بیڈ کی طرف بڑھا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ زینب، زینب۔۔۔ دیکھو، ارسم آیا ہے۔ تمھارا ارسم اٹھو۔۔۔"

وہ اس پر جھکے دیوانہ وار اس کا گال تھپکتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ لیکن اب اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ کب سے کناروں پر ٹکے آنسوؤں کو راہ مل چکی تھی۔ ڈاکٹر نے ہاتھ

بڑھا کر اس کی آنکھیں بند کیں۔ شہد رنگ آنکھوں پر پلکوں کی باڑ گر گئی۔

"ارسم زینب کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔"

کسی نے اس کے قریب سرگوشی کی صورت میں اس کی بات دہرائی تھی۔ لیکن وہ روتے ہوئے زینب پر جھکا دیوانہ وار اسے پکار رہا تھا۔ ڈاکٹر اور نرس نے ترحم بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور وہاں سے چلے گئے۔

"تم ہو دھوکے باز۔ تم نے کہا تھا نہیں چھوڑو گی۔ ایسے کون چھوڑ کے جاتا ہے۔ پلیز ایک دفعہ اٹھ جاؤ۔ کہہ دو مزاق کر رہی ہو۔۔۔"

وہ اب اس کا سر اپنے ساتھ لگائے کہہ رہا تھا اور آئی۔ سی۔ یو کے اس کمرے کی تمام چیزیں خاموشی سے اس دیوانے کو دیکھ رہی تھیں۔ جو ننگے پاؤں، خون سے بھری شرٹ اور دھول لگی جینز پہنے خود سے بیگانہ اپنے محبوب کی جدائی میں رو رہا تھا۔ اسے نہ چھوڑ جانے کا کہہ رہا تھا۔ لیکن اس دیوانے کو یہ سمجھنے کی ضرورت تھی کہ۔۔۔

جس نے رُکنا ہوتا ہے

وہ بنا کہے بھی رُک جاتا ہے

اور جو جانے کا ارادہ کر لے

اسے ہم چاہ کر بھی نہیں روک سکتے

ضروری نہیں ہے کہ ہر کہانی کا اختتام خوشی سے بھرپور ہو۔ہر کہانی کے آخر میں ہر کسی کو اپنا من چاہا شخص مل جائے۔ہر کہانی کے اختتام میں ہر چیز 'ویل اینڈ گڈ' ہو جائے۔ کبھی کہانیاں ادھوری بھی رہ جاتی ہے۔۔۔ضروری نہیں ہے کہ زندگی میں ارسم مل جانے کے بعد بھی زینب زندہ رہے۔ بعض اوقات زینب مر بھی جایا کرتی ہے ۔بعض اوقات خدا کی مرضی بھی ہوتی ہے۔۔۔

مصنف کہتا ہے۔۔۔

وہ لڑکی جو عام شکل وصورت کی تھی

جسے اس کی آنکھیں خوبصورت بناتی تھی

جسے اس دنیا نے جینے نہیں دیا

جس نے اس ظالم دنیا کا سامنا کیا

جو ہمت ہار بیٹھتی تھی

جس نے ہمت کا مظاہرہ کیا

وہ آج اس دنیا میں نہیں رہی

کیا سامنا اس نے موت کا

بنا ڈرے جرأت سے

www.novelsclubb.com

اور مسکراتی شہد رنگ آنکھوں سے

وہ ابھی بھی دیوانہ وار اس کا چہرہ تھپک رہا تھا۔آنسو اس کے گالوں کو بھگو رہے تھے۔

آئی۔سی۔یو کی اونچی دیواریں ایسے ہی خاموش کھڑی اسے دیکھ رہی تھیں۔جب کسی نے ہولے سے اس کے قریب سرگوشی کی۔

"ارسم،زینب کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔"

ختم شد

زخرف نے کتاب بند کی تو سارے منظر ہوا میں تحلیل ہوئے۔کتاب کے بند ہونے کی آواز نے ماحول میں ارتعاش پیدا کیا۔وہ دونوں حال میں واپس آئیں۔زخرف نے نظریں اٹھا کر دادی کو دیکھا تو وہ نم آنکھوں سے کتاب کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

زخرف حیران ہوئی۔ایسا بہت عرصے بعد ہوا تھا کہ وہ 'زینب' پڑھ کر آبیدہ نہیں ہوئی تھی۔پھر وہ بشریٰ اماں کو دیکھتے ہوئے ہلکا سا مسکرا کر بولی۔

"میں نے کہا تھا نہ۔یہ کتاب آپ کے مزاج کے برعکس ہے۔رہنے دیتے ہیں۔نہیں پڑھتے۔لیکن آپ۔۔۔۔"

بات ادھوری چھوڑ کر نفی میں سر جھٹکتے ہوئے وہ مسکرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اب بتائیں اگلی کونسی کتاب لاؤں۔۔؟''

''میں نے اختتام کچھ اور تصور کیا تھا۔یہ بہت مختلف تھا۔۔''

دادی نے نم آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔زخرف کے ہاتھ تھمے۔کتاب بیگ میں ڈالتے ہوئے بے اختیار اسے کچھ یاد آیا۔پھر سر جھٹک کر مڑی اور ان کے پاس بیڈ تک آئی۔

''آپ کو پتہ ہے۔کسی نے بھی اس کا آخر اس طرح کا تصور نہیں کیا تھا۔۔''

ان کے پاس بیٹھ کر اس نے نظریں جھکائے کہنا شروع کیا۔

''آپ کبھی رائیٹر کا کوئی بھی سوشل میڈیا پیج دیکھیں نا تو آپ کو اندازہ ہو،ناول پڑھ کر لوگ کتنے افسردہ سے وہاں آتے ہیں۔لیکن ایک بات ہے یہ رائٹر کی تمام کہانیوں میں منفرد کہانی ہے۔مجھے اس کا سرورق اچھا لگا تو میں نے خریدی تھی۔۔۔''

دادی کی نظر سرورق پر پڑی تو ایک لمحے کیلئے ٹھہر سی گئی۔ایک لڑکی،ایک طرف اوپر کونے میں ایک بچی اور باپ کا عکس اور اس کے مخالف سمت کونے میں لڑکا لڑکی بنے تھے۔جبکہ پورے کوور پر ایک ایسی لڑکی چھائی ہوئی تھی جس کو بیان کرنا ممکن نہ تھا۔بلاشبہ ڈیزائنر نے بڑی محنت سے سرورق تیار کیا تھا۔پھر انہوں نے نظر اٹھائی۔

''تم نے کہا تھا نہ یہ کہانی تمھارے دل کے بہت قریب ہے۔۔کیا تمھارے۔۔۔''

لیکن ان کی بات ابھی بیچ میں ہی تھی جب زرین بیگم دروازہ کھول کر اندر آتیں دیکھائی دیں۔زخرف چونک کر ادھر متوجہ ہوئی۔پھر جلدی سے کتاب لئے اٹھ کھڑی ہوئی لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی وہ بشریٰ اماں کی طرف بڑھتے ہوئے بچوں کی طرح بولنا شروع ہوئیں۔

"اماں، ہم کچھ دن کیلئے آئے ہیں۔آدھے سے زیادہ وقت تو آپ زخرف کے ساتھ گزارتی ہیں۔اب آپ نے ہمارے جانے کے بعد ہم سے گلہ نہیں کرنا کہ آتے کیوں نہیں ہیں ہم۔۔۔۔۔"

لاڈ سے کہتے ہوئے آخر میں انہوں نے اپنا سر ان کے کندھے پر ٹکا دیا۔بشریٰ اماں کے تاثرات بدلے۔انہوں نے پیار سے ان کے گال پر ہاتھ رکھا۔

"ایسی بات نہیں ہے بیٹا۔بس مصروف رکھتی ہوں خود کو۔۔۔"

"جی میں سمجھ سکتی ہو۔خیر میں بتانے آئی تھی کہ کل کو ہم چلے جائیں گے۔میں نے غازیان کو اطلاع دے دی ہے۔کل وہ زور اور کے ساتھ آکر مجھے اور روحا کو لے جائے گا۔۔۔"

ان دونوں کو باتوں میں مصروف دیکھ کر زخرف پلٹ کر صوفے کی طرف بڑھی اور اپنا سامان سمیٹنے لگی۔اپنے پیچھے وہ ان کی آوازیں سن سکتی تھی۔

"ٹھیک ہے بیٹا۔ لیکن ابراہیم سے بات کرو۔ زوراور اور روحا کی شادی کی۔ روحا کی تعلیم پوری ہونی والی ہے۔ میں چاہتی ہوں جلد از جلد اس فرض سے بھی سبگدوش ہو جاؤں۔۔۔۔"

"اماں، پہلے غازیان کا کچھ سوچ لیں۔ مناسب نہیں لگتا چھوٹے کا پہلے ہو جائے۔۔۔"

بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے زخرف کے ہاتھ کی حرکت سست پڑی۔ کان اِدھر ہی متوجہ تھے۔

"تو غازیان سے پوچھا نہیں۔۔۔ بات کرو اُس سے۔۔"

"جی، اسے کچھ کام ہیں۔ وہ مکمل کر لے پھر بات کرتی ہوں اگلے ہفتے میں۔۔۔"

بیگ کی زپ بند کر کے زخرف مڑی اور بشریٰ اماں کی طرف آئی۔

"ٹھیک ہے دادی جان۔ اب میں چلتی ہوں۔۔۔۔"

اب کہ وہ چونکی پھر اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"ہاں تم۔۔۔ مجھے تم سے بات کرنی تھی۔۔۔"

زخرف کا رنگ قدرے پھیکا پڑا۔ چہرے پر مسکراہٹ لاتے ہوئے بامشکل وہ بولی۔

"جی آنٹی۔۔۔"

"میں نے اماں سے بھی پوچھا تھا۔ لیکن وہ اس بارے میں بے خبر تھیں۔۔۔"

وہ رُکیں۔بشریٰ اماں بھی متوجہ ہوئیں۔زخرف سانس روکے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"تمھاری فیملی میں کون کون ہے۔۔۔ماشاءاللہ،اچھے مزاج کی لڑکی ہو۔کہیں کوئی اچھا سارشتہ ہی مل جاتا ہے۔۔۔"

وہ خالصتاً رشتے والی آنٹی کا کام سرانجام دے رہی تھیں۔اس بار زخرف کی مسکراہٹ میں کمی نہیں آئی تھی البتہ وہ لمحے بھر کو حیران ضرور ہوئی تھی۔

"امی،ابو کا انتقال ہو چکا ہے۔پڑھنے کی وجہ سے بہن،بھائیوں سے الگ ہوئی تھی پھر جاب کی وجہ سے دوبارہ کسی سے رابطہ ہی نہیں ہوا۔۔"

رُکی پھر کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔

"آنٹی میری جاب کے ڈیوٹی آووز شروع ہونے والے ہیں۔میں جاؤں۔۔۔؟"

"جی جی بیٹا،جاؤ۔۔"

اور وہ وہاں سے چلی گئی۔انہوں کی آنکھوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔دوسری طرف زخرف نے باہر آکر لمبی سانس خارج کی۔پھر آسمان کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"اللہ جی یہ آنٹی ہیں یاں کوئی ایٹم بم۔۔۔"

اور جھرجھری لے کر وہ اپنی کار کی طرف بڑھی۔

بالآخر زینب کتاب کی تمام تلخ یادیں اور سوچیں ختم ہوئیں تو ایک نیا دن طلوع ہوا۔ ٹھنڈے سورج نے کالے بادلوں کے ساتھ دن کا استقبال کیا۔ سورج کی کرنوں کو کالے بادلوں نے ڈھکا ہوا تھا۔ ہلکی ٹھنڈی ہوا ماحول کو مزید خوشگوار بنا رہی تھی۔ ایسے میں زخرف نے اس محل نما گھر کے پارکنگ ایریا میں گاڑی پارک کی تو آگے پارکنگ میں کھڑی ریڈ کار کو دیکھ کر چونکی۔

"میں نے غازیان کو اطلاع دے دی ہے۔ کل وہ زور اور کے ساتھ۔۔۔"

کل کا کہا فقرہ اس کے کانوں میں گونجا تو اس نے گہری سانس لی۔ ان حالات میں صبر کرنے کے علاوہ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ انگیشن سے چابی نکال کر وہ باہر نکلی۔ راہداری میں چلتے ہوئے وہ مسلسل ادھر ادھر نظر دوڑا رہی تھی۔ کہیں کسی شیطان

سے ہی سامنا ہو جائے۔ یہ سوچتے ہوئے ابھی اس نے لاؤنج میں قدم رکھا ہی تھا کہ

--

"آؤچ۔۔۔۔۔"

بامشکل خود کو کسی سے ٹکرانے سے بچاتے ہوئے اس نے چوکھٹ پر ہاتھ رکھ کر بریک لگائی۔ پھر پیروں سے سر تک اسے دیکھا۔ جو ہلکے گلابی رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس اوپر سے سفید آوور آل کوٹ پہنے ڈوپٹے کو گردن میں گھما کر دونوں سرے آگے کو گرائے، بال پونی ٹیل میں باندھے سنجیدہ سی اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکرایا۔ زخرف سنجیدہ رہی۔ کیونکہ ان دونوں کی پچھلی ملاقات اتنی کوئی خوشگوار نہیں رہی تھی۔ پھر اُسی سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اگر میرا معائنہ ہو گیا ہو تو راستہ چھوڑ دیں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔۔"

"اگر میں نہ ہٹو تو۔۔۔۔۔۔۔۔"

ایک آبرو اچکا کر وہ اکساتے ہوئے بولا۔

"تو میں۔۔۔۔"

اس نے ابھی اپنی بات شروع بھی نہیں کی تھی جب زور اور آواز لگاتا اندر سے باہر آتا دیکھائی دیا۔

"بھائی وہ رہے۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتا وہ برق رفتاری سے زخرف کو بائیں طرف دھکیلتے ہوئے باہر نکل گیا۔زخرف کو جھٹکا لگا۔ابھی وہ اس جھٹکے سے سنبھل بھی نا پائی تھی جب زور اور بھی زخرف کو دھکا دیتا باہر کی طرف بڑھا۔وہ سب اتنا جلدی میں ہوا کے زخرف کو کچھ خیال ہی نا آیا اور اس کے ہاتھ میں پکڑی فائلز نیچے گر گئیں۔اس نے تلملا کر گردن موڑی۔

"بد تمیز۔۔۔۔"

پیر پٹخ کر وہ نیچے جھکی۔اتنی دیر میں اُحد بھی اس کے ساتھ سے گزر کر باہر بھاگا۔اب کی بار زخرف کے کندھے کو دکھا لگا۔

"ایڈیٹ، جاہل، بیوقوف۔۔۔اندھے۔دیکھنا نہیں ہے تو آنکھیں کیوں لگوا رکھی ہیں۔۔"

www.novelsclubb.com

دل ہی دل میں انہیں القابات سے نوازتی وہ فائلز سمیٹنے لگی۔

"اوہ زخرف تم، لگی تو نہیں۔۔"

باہر کا شور سن کر اتنی دیر میں دادی کے کمرے سے محمل اور روحا بھی باہر آتی دیکھائی دیں۔اسے دیکھ کر محمل چونکی جو نیچے بیٹھی چیزیں اٹھا رہی تھی۔پھر سب سمیٹ کر اٹھ

کھڑی ہوئی۔

"نہیں لگی تو نہیں۔ لیکن اگر ایسے جانور گھر میں رہے نہ تو کسی نہ کسی کی ایک آدھ ہڈی ضرور ٹوٹ جانی ہے۔۔"

اس کے پوچھنے پر ان کا غصہ اس پر نکالتی وہ دادی کے کمرے کی طرف بڑھی۔ پیچھے محمل نے حیرت سے اس کی پشت دیکھی۔

"ہاؤ رڈ۔۔۔۔"

جبکہ روحانے باقاعدہ گردن موڑ کر اسے دیکھتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔اسے کہاں پسند تھا اپنے بھائیوں کے خلاف ایک لفظ بھی۔

"دادی یہ چڑیا گھر کب اس گھر سے جائے گا۔ تنگ آگئی ہوں میں۔۔"

بُرے موڈ کے ساتھ بے دھیانی میں بولتی وہ فائلز پر سے گرد جھاڑتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ پھر نظر اٹھا کر دیکھا تو بے اختیار چُپ ہوئی۔ زرین بیگم اندر سے باہر آرہی تھیں۔

"اوہ،اسلام علیکم! آنٹی۔ کیسی ہیں آپ۔۔۔؟"

شرمندہ سی ہو کر اس نے جلدی سے ان سے پیار لیا۔

"میں ٹھیک ہو بیٹا اور ٹینشن نہیں لو۔ میں دیکھتی ہوں اس چڑیا گھر کو۔۔۔"

پیار سے اس کا گال تھپک کر وہ باہر کی طرف بڑھ گئی۔ زخرف گہری سانس لے کر آگے بڑھی اور صوفے پر سارا سامان رکھ کر دادی کی طرف مڑی وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

''خیریت بیٹا، کچھ چڑچڑی سی لگ رہی ہو۔۔''

''نہیں دادی جان، ایسی بات نہیں ہے۔۔''

بولتے ہوئے اس کی نظریں خود بہ خود جھک گئیں۔

''اب دادی سے بھی جھوٹ بولو گی۔۔؟''

انہوں نے اپنی بوڑھی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ لمحے بھر کو خاموش ہوئی۔

''اچھا، آپ فریش ہو کر قرآن پڑھ لیں۔ ہم پھر اس بارے میں بات کرتے ہیں۔۔''

انہیں واش روم تک چھوڑ کر وہ بیڈ کی طرف بڑھی۔ پھر ساری چیزیں درست کیں۔

کھڑکی کا پردہ ہٹایا تو سامنے وہ تینوں لان میں جھولے کے ارد گرد چکر لگاتے ایک دوسرے سے بچتے دیکھائی دیئے۔ زخرف کے دل میں ایک ٹیس سے اٹھی۔ وہ سب کتنے خوش تھے۔ اپنی اپنی زندگیوں میں۔۔ پھر اس کا کیا۔۔؟

وہ چند لمحے انہیں دیکھتی رہی۔ وہ خوش تھے تو وہ کیوں نہیں خوش رہ سکتی تھی۔ وہ کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا تو زخرف کو اٹھانا تھا۔ ہاں بس بہت ہو گیا۔۔۔۔ اس نے چند لمحے

سوچا۔ پھر کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے کھڑکی سے پَرے ہٹھ گئی۔ دادی جان باقی تو سب کچھ جان ہی گئی تھی نا۔۔۔اب اسے ہی باقی سب کچھ بتانا تھا۔ وہ نا بتائے۔۔۔ہاں آج میں ضرور دادی سے بات کروں گی۔ خود سے ایک عہد کرتی وہ صوفے پر آ بیٹھی۔

"آآآاااامی، چھوڑیں مجھے۔۔۔"

زرین بیگم نے اسے کان سے پکڑ کر گھمایا تو وہ چیخ کر بولا۔ وہ ابھی ابھی آدھے گھنٹے کے انتظار کے بعد لان میں آئی تھیں اور وہ تینوں ابھی بھی کسی کی پکڑ میں نہیں آ رہے تھے۔

"سب گھر والوں کو تنگ کیا ہوا ہے۔ ناشتے کے بعد سے باز نہیں آ رہے تم لوگ کس نے کہا تھا اتنی جلدی آؤ۔ بولا تھا نہ میں نے کہ دوپہر کے کھانے کے بعد آنا۔۔۔"

اسے کان سے پکڑ کر جھولے پر بٹھاتے ہوئے وہ ڈپٹ کر بول رہی تھیں۔اُحد اور زور اور فوراً سیدھے ہوئے۔پھر وہ اس کا کان چھوڑ کر اُحد کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"اُحد تم اندر جاؤ۔ محمل کو تم سے کوئی ٹاپک سمجھنا ہے۔۔"

"جی پھو پھو۔۔۔۔"

فرمانبرداری سے سر ہلا کر وہ اندر کی طرف بڑھا۔پھو پھو کی سامنے کس کی چلتی تھی بھلا۔۔؟

"تم ادھر بیٹھو۔۔۔"

زور اور جو آنکھ بچاتے ہوئے اُحد کے پیچھے ہی جا رہا تھا اسے پاس رکھی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولیں تو وہ فوراً مؤدب سا وہاں بیٹھ گیا۔غازیان کان سہلاتے ہوئے اب پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہوا۔جس طرح وہ پکڑ پکڑ کر بٹھا رہی تھی کوئی نہ کوئی ضروری بات ضرور تھی۔جب کہ زور اور خود کو روکے جانے پر منہ بناتے ہوئے غازیان کی طرف اشارہ کر کے بولنے لگا۔

"یہ لائے تھے مجھے جلدی۔میں تو۔۔۔"

"امی کی کیئر ٹیکرز خرف۔کیسی لگی تم دونوں کو۔۔"

اس کی بات بیچ میں ہی کاٹ کر وہ باری باری اپنے دونوں بیٹوں کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

غازیان تو اپنی جگہ، زور اور بھی چونک کر متوجہ ہوا۔ بے اختیار دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر دونوں نے وہی حیران نظریں اپنی امی کی طرف موڑیں۔

غازیان پہلے ہوش میں آیا۔ محتاط الفاظ کا چناؤ کرتے ہوئے بولا۔

"امی اس کا یہاں کیا ذکر۔ سب خیریت تو ہے نا۔۔"

انداز بھی قدرے محتاط تھا۔ کہیں امی کو کسی انداز سے بھنک ہی نا پڑ جائے۔ امی کا کیا بھروسہ۔ جواباً انہوں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہنا شروع کیا۔

"بیٹا مجھے تو لڑکی اچھی لگی ہے۔ سبھاؤ والی، سمجھدار۔ پڑھی لکھی بھی ہے، اپنی نوکری بھی کرتی ہے۔ آگے پیچھے بس بہن بھائی ہیں جن سے اس کا رابطہ نا ہونے کے برابر ہے۔۔۔"

وہ سانس لینے کو رُکیں۔ ان دونوں کے سانس رکے۔

"تو۔۔۔۔؟"

www.novelsclubb.com

غازیان کی نگاہیں ان کے چہرے پر ٹکی تھیں اور کان ان کے اگلے الفاظ پر دھرے تھے۔

"تو بیٹا میں سوچ رہی تھی کہ وہ جو مبشر ہے۔۔ تمھارے ابا کی پنچائیت کے دوسرے سربراہ کا بیٹا، اس کیلئے یہ لڑکی ٹھیک رہے گی۔۔۔"

اور آہستہ آہستہ غازیان کے چہرے کے تاثرات بدلے۔وہ پہلے حیران ہوا۔پھر اس کی حیرانی بے یقینی میں بدل گئی۔لیکن وہ اس کو دیکھے بنا کہے جا رہی تھیں۔

"اس کی ماں نے مجھ سے بات کی تھی۔وہ نہیں چاہتی کہ ضروری ہے خاندان میں ہی ہو۔ان کو بس پڑھی لکھی بہو چاہیے۔کیا خیال ہے تم دونوں کا۔۔۔۔"

ان کے بات کرنے کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ ہر بات اپنے بیٹوں کی مرضی سے پوچھ کر کرتی تھیں۔بات کے اختتام پر ان کی نظر سب سے پہلے زوراور کی طرف اٹھیں۔وہ خاموش نظروں سے بھائی دیکھ رہا تھا۔اب کہ انہوں نے چہرہ موڑ کر غازیان کو دیکھا جس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔نظریں جھائے،دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر گھٹنوں پر رکھے وہ بامشکل ضبط کئے بیٹھا تھا۔اسے یوں بیٹھے دیکھ کر زرین بیگم نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے گھٹنے پر رکھا۔پھر نرمی سے بولیں۔

"غازیان بیٹا۔۔۔مجھے لگ رہا ہے جیسے تمھیں میری بات پسند نہیں آئی۔۔۔"

جواباً اس نے آنکھیں اٹھا کر اپنی ماں کو دیکھا۔اس کی آنکھیں سُرخ تھیں۔چند لمحے لگے تھے اسے فیصلہ کرنے میں۔بالآخر اس نے اپنے لب وا کئے۔

"آپ جس لڑکی کے بارے میں بات کر رہی ہیں۔جانتی بھی ہیں آپ کہ وہ کون ہے۔۔؟"

اس کے تنے تاثرات دیکھ کر وہ زرا پھیکی پڑی۔ چہرے پر نا سمجھی ابھری۔

"بیٹا، میں سمجھی نہیں۔۔۔"

"میں نے پوچھا۔ آپ جانتی ہیں وہ کون ہے۔۔"

اب کے وہ زرا بلند آواز میں بولا۔ شاید ہی زندگی میں کبھی اس نے اپنی ماں سے ایسے بات کی تھی۔ زوراور نے کچھ کہنا چاہا۔

"بھائی۔۔ بات سنیں یہ۔۔"

"میں تم سے بات نہیں کر رہا۔۔۔"

نظریں اس کی طرف موڑ کر اس نے ترشی سے زوراور کی بات کاٹی۔ وہ خود بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا اسے کیا چیز بُری لگی ہے۔ یاں کس چیز پر زیادہ غصہ ہے۔ شاید خود پر غصہ تھا کہ وہ اتنے عرصے سے اپنی ماں کو بھی کچھ نہیں بتا پایا۔ کم از کم کچھ تو بتاتا تاکہ کوئی آج اٹھ کر اس طرح کی بات کہنے کی ہمت نا کر سکتا۔ وہ خود پر ہی غصہ تھا اور وہاں بیٹھے اسے کچھ لمحوں میں ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ۔۔۔

وہ واقعی زخرف کو اس کا حق نہیں دے پایا۔ اتنی سی بات سن کر اسے اتنا غصہ آیا تھا۔ تو وہ اتنے سالوں سے زندگی کیسے گزارتی تھی۔ ان گزرے سالوں میں آج پہلی بار اس نے یہ احساس محسوس کیا تھا اور یہ بہت بُرا احساس تھا۔۔۔

زوراوراب بالکل چپ کر گیا۔اپنے بھائی کے معاملے میں وہ کم ہی بولتا تھا۔

"غازیان کیاہو گیاہے۔یوں ری ایکٹ کیوں کر رہے ہو۔وہ لڑکی لڑکی امی کی کئیر ٹیکر ہے۔مجھے اس کیلئے وہ رشتہ اچھالگاتو۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"امی وہ میری منکوحہ ہے۔نکاح میں ہیں ہم دونوں۔۔۔۔"

اب بس بہت ہوا!ان کی بات کاٹ کر وہ تیزی سے بولا تو انہیں حیرت کا جھٹکا لگا۔جہاں انہوں نے بے یقینی سے غازیان کو دیکھا وہیں زوراور نے بھی تھکی ہوئی سانس خارج کی۔۔

---

www.novelsclubb.com

ان سے چند فٹ کے فاصلے پر اب بشریٰ اماں کے کمرے کا منظر یکسر بدلا ہوا تھا۔ ای۔ سی چلنے کی بجائے آج اس کمرے کی کھڑکیوں کے پردے ہٹے تھے۔ ٹھنڈی ہوا آر پار ہو رہی تھی۔ بیڈ پر بشریٰ اماں بیٹھی دیکھائی دے رہی تھیں جو قرآن پڑھنے کے بعد، بازو کی تھوڑی ایکسر سائز کر کے اب اپنے سامنے نظریں جھکائے بیٹھی زخرف کو سن رہی تھیں۔

"کل جو ہم نے کتاب مکمل کی۔ وہ میری اپنی کہانی تھی۔ آپ مجھ سے بار بار میری فیملی کے بارے میں پوچھتی ہیں۔ میں اس لئے خاموش رہتی ہوں یا چڑ جاتی ہوں کیونکہ مجھے ان کے بارے میں بات کرنا نہیں پسند۔۔۔۔۔"

بات کے اختتام پر اس نے نظریں اٹھا کر دادی کو دیکھا تو وہ نارمل تاثرات کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھیں۔ زخرف کو حیرت ہوئی۔ اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

"آپ کو حیرت نہیں ہوئی۔ کیا آپ میرے بارے میں پہلے سے جانتی

تھیں۔۔؟"

جواباً انہوں نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

"بیٹا، ستر، پچھتر سال عمر ہے میری۔ زندگی نے اتنے جھٹکے دیئے ہیں کہ اب کوئی بھی بات حیران نہیں کرتی۔ رہی تمھاری بات۔ تو میں نے ایسی ہی کوئی کہانی تمھارے حوالے سے اخذ کی ہوئی تھی۔۔۔"

"مطلب آپ میرے بارے میں جانتی تھیں۔۔۔"

اس کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"نہیں بیٹا۔ میں تمھارے بارے میں نہیں البتہ کتاب کے لکھاری کے بارے میں ضرور جانتی تھیں۔۔۔"

اب زخرف چونکی۔ اس نے حیرت سے دادی کو دیکھا۔ دادی نے نرمی سے اس کے ہاتھ پکڑے۔

www.novelsclubb.com

"بیٹا، اسے غلط نہیں سمجھنا۔ میں پہلے دن سے جانتی ہوں کہ تم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہو لیکن میں یہ نہیں جانتی تھی کہ تم دونوں کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ جس دن تم پہلے دن ہمارے گھر آئی تھی۔ شام میں ہی اس نے آکر کہہ دیا تھا کہ نانی جان، یہی آپ کی بہو بنے گی۔ میرے پوچھنے پر اس نے کہا تھا

کہ ایک دن وہ آپ کو خود اپنی کہانی اپنی زبانی سنائے گی۔ میں آپ کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔۔"

وہ سانس لینے کو رُکیں۔ بشریٰ اماں کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس کی آنکھیں بھیگنے لگی۔ اگر انہیں بتایا ہوا تھا تو اپنے والدین سے بات کیوں نہیں کرتا تھا۔۔؟ اس کے اندر کسی نے سرگوشی کی۔

"میری بچی میرا یقین کرو۔ میں تمھارے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ جتنا کچھ جانا ہے۔ وہ تم نے خود ہی بتایا ہے۔۔"

وہ چپ کیں تو زخرف کی آنکھ سے ایک آنسو نکل کر گال پر بہہ گیا۔ انہوں نے اس کا ایک ہاتھ چھوڑا اور ہاتھ بڑھا کر اس کا گال صاف کیا۔

"بیٹا، رونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اب تو سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے۔ بس مجھے تم سے چند سوالات پوچھنے ہیں جو کل سے مجھے کھٹک رہے ہیں۔۔۔"

"جی پوچھیں۔۔۔۔"

ناک کی گیلی سانس اندر کھینچتے ہوئے وہ نارمل ہوئی۔

"تمھارا نام زینب ہے۔ پھر یہ زخرف کیسے۔۔۔ یاں تمھارا نام زخرف ہے۔ زینب کتاب میں لکھا ہے۔۔۔"

ان کی بات سن کر بے اختیار زخرف اداسی سے مسکرائی۔ پھر اسی اداس لہجے میں بولی۔

"میرا نام زینب ہے۔ کتاب میں وہ میرا اصل نام ہی دیکھانا چاہتا تھا۔ لیکن مجھے اس نام سے نجات چاہیے تھی۔ مجھے نہیں پسند تھا وہ نام۔ جب میں نے وہ گھر چھوڑا اس کے بعد دوبارہ پڑھنے کیلئے ایڈمیشن لینے سے پہلے میں نے اپنے تمام کاغزات پر نام بدلوالیا تھا۔ کچھ جگہ۔۔۔۔"

وہ رُکی پھر تصیح کی۔

"بہت جگہ غازیان نے میری مدد کی۔ اپنے سورسز کے زریعے اس نے تمام چیزوں کو ہینڈل کیا۔ باقی کچھ کاموں میں وہ خود بھی کوشش کرتا رہا۔ لیکن اب مجھے یہی نام پسند ہے۔۔"

"بیٹا، کہہ دینے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی اور غلط کو ہزار بار بھی صحیح کہہ لو تو وہ غلط ہی رہے گا کیونکہ جو غلط ہے وہ غلط ہے۔۔۔"

"دادی، اب اس سب سے کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔"

کہہ کر اس نے بے بسی سے شانے اچکائے۔

"فرق پڑتا ہے۔ خیر کتاب کا اختتام ایسا کیوں ہوا۔۔۔؟"

''اس کے بارے میں مجھے بھی نہیں پتہ تھا۔۔۔۔۔۔''

گہری سانس لے کر اس نے کہا۔

''بعد میں میرا کافی جھگڑا رہا تھا اس بات پر۔۔''

''ایسا کرنے کی وجہ کیا تھی۔۔۔؟''

وہ جیسے سمجھ نہیں پا رہی تھیں۔

''وہ کہتا ہے اس نے وجہ بیان کر دی ہے۔آخری سطروں میں کہ 'ضروری نہیں ہے ہر کہانی کا اختتام خوشگوار ہو' اور دوسری بات۔۔۔''

وہ زرا جھجکی پھر گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔

''وہ کہتا ہے میں شوہر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک رائیٹر بھی ہوں۔کہانی سادہ رہ جاتی تو اسے اتنی پزیرائی نہ ملتی۔کچھ لوگ کہانی کو اختتام کی وجہ سے ہی پسند کرتے ہیں۔شاید کہانی کی پزیرائی بڑھانے کیلئے ایسا کیا تھا۔یہ شاید اس کے لکھاری ہونے کی طرف سے کوئی وجہ سے۔میں نے شروع کے دنوں کے بعد کبھی اس بات پر اس سے بحث نہیں کی۔۔۔''

زخرف نے بات کے اختتام پر شانے اچکائے تھے۔

''کتنے سینز زیادہ تھے۔۔۔؟''

ان کے سوال پر زخرف نے رُک کر سوچا۔

"بس آخری کے دو سینز۔۔ ہم جب قبرستان سے گھر جا رہے تھے۔ بس حقیقت میں وہی کچھ ہوا تھا۔۔۔ باقی بس وہ گاؤں چلا گیا اور میں اس گھر میں رہنے لگی۔ آج بھی میں وہیں رہتی ہوں۔ غازیان ہفتے میں یا مہینے میں کبھی آ جاتا ہے ورنہ اس کے اپنے کام بہت ہوتے ہیں۔۔۔"

بات کے آخر میں وہ اداسی سے مسکرائی۔

"تو تم نے کبھی اسے کہا نہیں کہ گھر بات کرے۔۔۔"

اور زخرف کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ اس کے کندھے ڈھیلے پڑے۔ اس سوال پر وہ کافی دیر خاموش رہی۔ پھر بولی تو زمانے بھر کی مسافت لگتی تھی اس کے لہجے میں۔

"دادی جب کبھی اس نے خود بات نہیں کرنا چاہی تو میں کیسے کہہ لوں۔۔۔ پڑھائی کے دوران اس نے کہا تھا کہ پڑھائی مکمل کر لو پھر بات کروں گا ابو سے۔ پھر میں نے جاب شروع کر دی اور وہ اپنے کام میں بزی ہو گیا۔۔۔"

بات کے آخر میں اس نے پھر سے شانے اچکائے۔ یہ موضوع اس کیلئے بہت تکلیف دہ تھا۔ اس لئے وہ یہ بات نہیں کرتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی نے دل

کے زخموں پر سے پردہ اٹھا دیا ہو۔ بشریٰ اماں نے اس کی جھکی آنکھوں کو دیکھا۔ انہیں محسوس ہوا واقعی یہ اس کے ساتھ زیادتی ہے۔

"لیکن کوئی بات نہیں۔ جن حالات میں ہمارا نکاح ہوا تھا شاید یہی ہونا تھا۔ میں اس کو بھی قصوروار نہیں کہہ سکتی۔۔"

بشریٰ اماں کہنا چاہتی تھیں کہ اب کافی عرصہ ہو گیا۔۔۔اب تک اسے بات کر لینی چاہیے تھی۔ لیکن اس وقت انہیں مزید سوال کرنے تھے اس لئے اس موضوع کو پھر کسی اور وقت کیلئے رکھ لیا۔

"کیا واقعی سارے کردار اصل میں اپنا وجود رکھتے ہیں۔۔۔؟"

"جی بالکل، اسی نام سے۔ انہیں تعلقات کے ساتھ جو کتاب میں بتائے گئے ہیں۔ ان فیکٹ میری دوست شنایہ۔۔۔"

وہ رُکی پھر تصحیح کی۔

"شانزے وہ ابھی بھی میرے ساتھ ہے۔ صرف غازیان اور اس کا نام کتاب میں مختلف تھا۔ باقی سب وہی تھے۔۔۔"

"ہاں اب مجھے میرے تمام سوالات کے جواب ملے ہیں۔۔"

کہہ کر وہ چپ ہوئیں۔ زخرف نے دیکھا ان کے چہرے پر جھجھک تھی۔

"آپ کچھ اور پوچھنا چاہتی ہیں۔۔؟"

زخرف نے اندازہ لگایا جواباً انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں، میں کچھ کہنا چاہ رہی ہوں۔ کیا تم مجھے اس شام کے بارے میں بتا سکتی ہو جب تم دونوں کا نکاح ہوا تھا۔۔۔"

اور بے اختیار زخرف کے چہرے پر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ دائیں گال کا ڈمپل واضح ہوا۔ وہ واحد شام تھی جسے وہ ہزار دفعہ بھی یاد کر سکتی تھی۔ وہ واحد شام تھی جو اس سب میں سب سے حسین لگتی تھی۔ وہ واحد شام تھی جسے یاد کرنے میں اسے دقت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ وہ بس آنکھیں بند کرتی تھی اور وہ ایک خوبصورت یاد کی طرح وہ اس کے ذہن کے پردے پر لہرا جاتی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ ایک حسین شام تھی۔ جب وہ اپنی امی اور غازیان کے پیچھے چلتی اس کیفے ایریا سے باہر نکلی۔ سامنے غازیان کی ریڈ کلر کی کار کھڑی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر مسز خالد کیلئے دروازہ کھولا۔ ان کے پیچھے ہی زینب بھی اندر بیٹھی۔ بیٹھنے سے پہلے اس نے بِلاارادہ ہی نظر اٹھا کر غازیان کی طرف دیکھا۔ دونوں کی نظر ملی۔ زینب کی اس نظر میں مان تھا۔

سفر کے دوران وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے پچھلے دو، تین دن کے واقعات یاد کر رہی تھی۔ جس دن موحد نے اسے دھمکی دی تھی وہ اس کی شادی کروادے گا اگر اس نے وانیہ اور موحد کا نکاح روکنے کی کوشش کی۔ اس نے اس دن ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ امی سے بات کرے گی۔ وہ اسی وقت اپنی ماں کے پاس گئی اور ساری بات ان کے گوشِ گزار کی اور حل بھی بتایا کہ اس طرح وہ بچ سکتی ہے۔ مسز خالد مان گئی۔ اگلے دن اس نے غازیان سے بات کی وہ بھی فوراً راضی ہو گیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لوگ اب نکاح کرنے جا رہے تھے۔

گاڑی منزل پر رُکی تو وہ چونکی۔ پھر ڈوپٹہ سر پر ٹھیک کرتے ہوئے کار سے باہر نکلی اور نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ ایک مسجد کے باہر کھڑی تھی۔ اپنی امی کا ہاتھ پکڑ کر وہ اندر داخل ہوئی۔ اندر پہلے سے چار لوگ موجود تھے اور پانچوے مولوی

صاحب۔سائیڈ پر ایک طرف درمیان میں پردہ لگا کر نکاح پڑھوانے کا انتظام کیا گیا تھا۔

چند منٹ بعد وہ ایک طرف اپنی امی کے ساتھ سر جھکائے بیٹھی تھی اور مولوی صاحب سامنے بیٹھے اسے نکاح نامہ پڑھ کر سنا رہے تھے۔اس نے اپنی امی کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔اس نے ہمت کر کے یہ قدم اٹھایا تھا کیونکہ اس کا واحد سہارا اس کی امی اس کے ساتھ تھیں اور یہی اس کی سب سے بڑی طاقت تھی۔

چند فقرے اور پڑھ کر مولوی صاحب نے ایجاب و قبول والی سطر پڑھنا شروع کی۔

"کیا آپ،زینب خالد ولد خالد مصطفیٰ،غازیان ابراہیم ولد ابراہیم شاہ کو ایک ہزار روپے حق مہر سکہ رائج الوقت اپنے نکاح میں قبول ہیں۔۔۔؟"

اس نے نم آنکھیں اٹھا کر اپنی ماں کو دیکھا۔جنہوں نے مسکرا کر اس کا ہاتھ نرمی سے دبایا۔

"قبول ہے۔۔۔"

بہت سے آنسو اپنے اندر اتارتے ہوئے اس نے بھیگے لہجے میں کہا۔اس دنیا سے بچنے کی خاطر اس نے خود کو نکاح جیسے جائز رشتے میں قید کر لیا تھا۔

آخری دفعہ قبول ہے سننے کے بعد مولوی صاحب نے پیپرز اس کے سامنے کئے۔اس نے لرزتے ہاتھوں سے پین پکڑ کر مطلوبہ جگہ پر دستخط کئے۔

چند لمحے بعد جب دوسری طرف سے بھی ایجاب و قبول کی آواز آئی تو مولوی صاحب نے دعا کیلئے ہاتھ بلند کئے۔زینب کو اپنے والد کی شدید کمی محسوس ہوئی۔ وہ لمحہ جب ہر بیٹی اپنے باپ کی دعا اور پیار چاہتی ہے وہ لمحہ آن پہنچا تھا اور گزر بھی گیا لیکن زینب کو صرف ماں کی دعا ہی نصیب ہوئی۔اپنے چہرے کو صاف کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ تبھی غازیان پردے کے پیچھے سے نکل کر ان کی طرف آیا۔ساتھ مین صرف دو لڑکے اور تھے۔

غازیان نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔اس نظر میں حق تھا۔جائز رشتے میں بندھنے کا۔پھر ان دونوں لڑکوں میں سے ایک کو لئے قریب آکر وہ آہستہ آواز میں کہنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"امی، یہ میرا بھائی ہے زورا اور باقی وہ سب۔۔۔۔۔"

پیچھے کھڑے لڑکوں کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ میرے دوست تھے۔ گواہان کے طور پر۔۔"

بھائی نے اپنے تعارف پر جلدی سے آگے بڑھ کر امی سے پیار لیا۔پھر زینب کو

متوجہ کر کے بولا۔

"بھابھی، اسلام علیکم!"

"وعلیکم اسلام!"

زینب نے سرسری سا جواب دیا۔ پھر غازیان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"اب ہمیں گھر چھوڑ دو۔ پہلے ہی کافی وقت ہو گیا ہے۔۔"

اسی وقت مسز خالد کے ہاتھ میں پکڑے موبائل کی گھنٹی بجی۔ زینب چونکی۔

"لائیں میں۔۔۔"

"نہیں میں دیکھتی ہوں۔۔۔"

فون ریسیو کر کے وہ زرا ہٹ کر بات کرنے لگیں۔ تبھی زور اور کھنکھارا۔

"بھائی، بھابھی کچھ زیادہ ہی معصوم نہیں ہیں۔ کہاں آپ، کہاں بھابھی۔ کوئی جوڑ بنتا نظر نہیں آرہا۔"

www.novelsclubb.com

اس کی بات پر زینب ایڑھیوں پر پوری گھومی۔ پھر غور سے پہلی دفعہ اسے دیکھا۔

جواباً غازیان بازو لمبا کر کے اس کے کندھے پر رکھتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

"نہیں جناب، بھابھی بالکل بھی معصوم نہیں ہیں۔۔"

زینب نے تیورا کر غازیان کو دیکھا۔

"مجھے تو دیکھنے میں لگتی ہیں۔۔"

زوراور نے اب کی بار زور دے کر کہا۔

"یہ بس دیکھنے میں ہی لگتی ہیں۔ویسے یہ۔۔۔"

ابھی وہ زینب کو تپانے کیلئے کوئی بات کہتا تاکہ زینب بولتی۔اسی وقت مسز خالد واپس آتی دیکھائی دیں تو وہ فوراً سیدھا ہوا۔زینب نے اب کی بار بامشکل اپنی اُمڈ کر آتی ہنسی روکی تھی۔

"چلو بیٹا،وانیہ کو اپنا جوتا نہیں مل رہا۔۔"

"جی امی،چلتے ہیں۔۔۔"

واپسی کا سفر بھی خاموشی سے طے ہوا۔البتہ اب مسافروں میں زوراور کا اضافہ ہوا تھا۔گلی کے آخر میں اس نے کار روکی۔زینب نے پہلے ہی کار گھر کے سامنے لے جانے سے منع کر دیا تھا۔غازیان کے اشارے پر زوراور جلدی سے باہر نکلا اور کار کا دروازہ کھولا۔مسز خالد باہر نکلیں۔زینب بھی باہر نکلنے لگی جب غازیان کی مدھم آواز نے اسے روکا۔

"جھوٹے وعدوں اور تسلیوں والا تعلق نہیں رکھنا چاہتا تھا۔اسی لئے نکاح کیا ہے۔زندگی کے کسی بھی مقام پر یہ مت سمجھنا کہ میں مجبوری کے تحت اس

رشتے کیلئے مانا تھا۔زینب خالد اتنی قیمتی ہے کہ اسے پانے کی خواہش کی جائے اور اس کا ساتھ مانگا جائے۔غازیان بہت خوش قسمت ہے کہ اسے زینب کا ساتھ ملا۔شکریہ مجھے اس رشتے میں باندھنے کیلئے۔اپنا بہت خیال رکھنا جلد یونی میں ملاقات ہو گی۔۔۔۔"

اور زینب کے تمام الفاظ، شکریہ کے الفاظ، احسان کے الفاظ سب ختم ہو گئے۔ اس کے سارے خدشے واہمے دم توڑ گئے۔وہ چند فقروں میں اس رشتے کو معتبر کر گیا تھا۔اس نے بامشکل قدم بڑھا کر باہر رکھا۔اس کے نکلتے ہی زور اور اندر بیٹھا اور گاڑی زن سے آگے بڑھ گئی۔

---

www.novelsclubb.com

''نکاح میں۔۔۔۔؟''

انہوں نے بے یقینی سے وہ الفاظ دہرائے۔البتہ غازیان بتا کر یک دم ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔جیسے ایک بوجھ سا کندھوں پر سے سرک گیا ہو۔پھر گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کرنے لگا۔انہوں نے انہیں بے یقین نظروں سے غازیان کو دیکھا۔

''تم مزاق کر رہے ہو نا۔۔۔''

انہوں جیسے یقین نہیں آرہا تھا۔

''امی میں آپ سے اتنی بڑی بات مزاق میں کیوں کہوں گا۔۔۔''

اب وہ قدرے بہتر تھا۔چہرہ بھی ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔پھر سنجیدگی سے بولا۔

''میں جلد ابو سے بات کر کے اسے 'ابراہیم وِلا' میں لے جاؤں گا۔۔۔''

''نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔''

وہ ابھی بھی بے یقین تھیں۔

''تم ہمارے اصول پسند بیٹے ہو۔تم نے کبھی ہماری رضامندی کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھایا۔آج تم کہہ رہے ہو تم نے نکاح کر لیا ہے۔میں کیسے مان لوں تم ایسے ہی کسی سے بھی۔۔۔۔''

''امی وہ کسی نہیں ہے۔'میری بیوی ہے'۔۔۔''

اب کی بار اس نے بڑے تحمل سے ان کی بات کاٹی اور اب کی بار ہی انہوں نے غازیان کو دیکھا تو ان کی آنکھوں میں شکایت تھی۔جیسے وہ تسلیم کر چکی ہوں۔

پھر انہوں نے گردن موڑ کر زوراور کو دیکھا۔

''اور تم جانتے تھے۔۔۔۔؟''

''جی،میں بھائی کے نکاح کے گواہان میں شامل تھا۔۔۔۔''

اس نے سر کو خم دیتے ہوئے معصوم سا اعتراف کیا۔انہیں حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا۔انہوں نے شکوہ کناں نظروں سے دونوں کو دیکھا۔

''تم دونوں اپنی امی سے کب سے جھوٹ بولنے لگے ہو۔۔؟''

''امی جھوٹ نہیں بولا،صرف چھپایا ہے۔۔''

اب کے غازیان نے ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''اور کتنے عرصے سے چھپا رہے ہو یہ سب۔۔''

انہوں نے ایک نظر اس کے ہاتھ کو دیکھ کر کہا۔ان کے تاثرات بدل رہے تھے۔وہ جیسے معاملے کی گہرائی جاننا چاہ رہی تھی۔

''تقریباً پانچ سال سے۔۔۔''

اب غازیان کھنکھارتے ہوئے بولا تو اگلے چند لمحے وہ کچھ بول نہ سکیں۔ جھٹکا اتنا شدید تھا۔ پانچ سال کافی عرصہ تھا۔ پھر غازیان ہمت کر کے جھولے پر ان کے قریب ہوا اور محتاط انداز میں بولا۔

"آپ نے میری کتاب پڑھی ہے زینب۔۔۔؟"

اور بس یہ بہت تھا۔ اب کی بار جھٹکا پہلے سے زیادہ شدید تھا۔

"ڈونٹ سے۔۔۔ کہ یہ وہی لڑکی ہے۔ میں نہیں مان سکتی وہ لڑکی یہ ہے اور ویسے بھی تم نے آخر میں لڑکی کو مار دیا تھا۔۔"

اس بار وہ ابھی تک ڈینائے (نا ماننے) کے فیز میں تھیں۔ نفی میں زور سے سر جھٹکتے ہوئے انہوں نے جیسے اپنے خیالات کی بھی تردید کی تھی۔ غازیان زچ ہوا۔

"امی وہ لڑکی یہی ہے اور کتاب کا اختتام میں نے بدلا تھا۔۔۔"

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں تمھیں سوشل میڈیا پر بھی فالو کر رہی ہوں لیکن تم نے کبھی وہاں یہ زکر نہیں کیا کہ یہ سچی کہانی تھی۔۔۔"

"میں نے کبھی وہاں یہ بھی نہیں بولا کہ یہ فکشن تھا۔ میں نے ہمیشہ اس طرح کے سوال کو نظر انداز کیا ہے۔۔"

وہ بھی دوبدو بولا تھا۔ جواباً انہوں نے اس کا ہاتھ اپنے گھٹنے پر سے جھٹک دیا۔ پھر غصے سے بولیں۔

''غازیان تم ایسا کیسے کر سکتے ہو۔۔۔؟''

''میں ایسا کر چکا ہوں اور ایسا ہو چکا ہے اور یہی حقیقت ہے کہ وہ آپ کی بہو ہے۔ جلد میں اسے 'ابراہیم وِلا' میں بڑی بہو کی حیثیت سے لے کر جاؤں گا۔۔''

اس کی بات سن کر ان کی برداشت جواب دے گئی۔ غصے سے وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ وہ غصے کے مرحلے میں داخل ہو چکی تھیں۔ غازیان بھی ساتھ ہی کھڑا ہوا اور انہیں کندھے سے تھام کر ان کا رُخ اپنی طرف موڑا۔

''امی ادھر دیکھیں۔۔۔''

اُس کی ماں تھی جن سے وہ ساری زندگی دوستوں کی طرح بے تکلف رہا تھا۔ وہ اپنی ماں کو منانا جانتا تھا۔ لیکن وہ ابھی بھی ناراضگی سے رُخ موڑے گھاس کر دیکھ رہی تھیں۔

''امی آپ نے مجھے لڑکی کی پسند کی مکمل آزادی دی تھی۔ آپ نے پچھلے ہی دنوں میں مجھے کہا تھا کہ خاندان بیچ میں نہیں آئے گا۔ دیر سے ہی سہی لیکن میں نے آپ کو اپنی پسند دکھا دی ہے۔ وہ بہت اچھی ہے۔ آپ اس کے ساتھ ایڈجسٹ کر جائیں گی۔۔۔''

بات کے اختتام پر انہوں نے ناراض نظریں اٹھا کر غازیان کو دیکھا۔ بولیں کچھ نہیں۔

غازیان نے گہری سانس بھری۔ پھر ان کی آنکھوں میں اپنی بھوری آنکھوں سے جھانکتے ہوئے کہنے لگا۔

"وہ جب بھی اُمید کھو دیتی تھی نا تو میں اسے امید دلاتا تھا اور پتہ ہے وہ مجھے کیا کہتی تھی۔۔"

وہ رُکا۔ غازیان کو دیکھتی ان کی سیاہ آنکھوں کے تاثرات بدلے۔

"وہ کہتی تھی تم کیسے لوگوں کو اُمید تھما دیتے ہو اور میرا جواب پتہ ہے کیا ہوتا تھا۔۔۔"

وہ پھر رُکا۔ اس بار وہ ان کے تاثرات دیکھنا چاہتا تھا اور وہ تاثرات اس کی توقع کی مطابق بدل گئے تھے۔ اس کو دیکھتی ان کی آنکھیں بھیگیں تھیں۔ جواب وہ جانتی تھیں پھر بھی اس کے منہ سے سننا چاہتی تھی اور ہمیشہ یہی بات سن کر انہیں اپنے بیٹے کی تربیت پر فخر ہوتا تھا۔

"میری ماما بہت پوزیٹیو ہیں۔ میں نے امید تھمانا انہیں سے سیکھا ہے۔ اب آپ ہی یوں بی ہیو کرے گی تو آپ کے کھڑوس شوہر کو کون سنبھالے گا۔۔"

بات کے اختتام پر اس نے شرارت سے ہاتھ بڑھا کر عادتاً ان کی ناک سے شہادت کی انگلی ٹکرائی۔ جواباً وہ دھیرے سے ہنس دیں۔ نم آنکھوں سے۔ اور غازیان جانتا تھا ان کا غصہ بس اتنا ہی تھا۔

غازیان آگے بڑھااوران کے گلے میں ہاتھ ڈال کر کندھے پر سر رکھتے ہوئے یقین سے بولا۔

"آپ بالکل بھی فکر نہیں کریں۔وہ آپ کے بیٹے کی پسند ہے اور آپ کو تو وہ ویسے بھی پسند ہے۔بس ابو کو منانے کا کوئی طریقہ سوچیں۔"

جواباً انہوں نے ہلکی سی چپت اس کے کندھے پر رسید کی۔پھر خفا لہجے میں بولیں۔

"بندہ ماں کو ہی بتادے۔۔"

"امی وہ سب بہت جلدی میں ہوا تھا۔آپ جانتی ہیں اور کتاب پڑھنے کے بعد آپ کو اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔۔"

اور وہ اس کے لکھاری ہونے کے بارے میں جاننے کے ساتھ ساتھ اسے اس شعبے میں سپورٹ بھی بہت کرتی تھی لیکن ان کے برعکس ابراہیم شاہ کو غازیان کے اس شعبے سے سخت چڑ تھی۔وہ سر اٹھا کر ان کے چہرے کو دیکھ رہا تھا تبھی زور اور سے برداشت نہ ہوا تو کُرسی سے اٹھ کھڑا ہوا پھر ان کے قریب آیا۔

"امی میں بھی آپ کا ہی بیٹا ہوں۔لے کر نہیں پالا تھا۔۔"

"آاااا۔۔۔۔"

انہوں نے لاڈ سے اسے دیکھا پھر پیار سے اسے بھی اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولیں۔

"تم دونوں ہی میرے بیٹے ہو اور مجھے فخر ہے اپنی اولاد پر۔۔"

بات کے اختتام پر انہوں نے دونوں کے گال چٹکی میں بھرے تو وہ دونوں مسکرا دیئے۔

غازیان نے ایک نظر نانی کے کمرے کی کھڑکی پر ڈالی۔ جہاں پردہ ہلتا نظر آرہا تھا۔اس کی نظر پورے گھر پر دوڑی۔ یہ گھر اس کیلئے بہت یادگار رہا تھا۔

اور بہت عرصے بعد نانی کے گھر کا سفر اتنا حسین لگا تھا۔ یہاں اسے سب مل گیا تھا۔ بس وہ چاہتا تھا آگے بھی سب ٹھیک ہو اور وہ، زینب کے ساتھ اپنی نئی زندگی کا آغاز کر سکے۔

www.novelsclubb.com

جاری ہے